قرآنی حقائق بیان کرنے والا

تعلیمی، تربیتی اور تبلیغی مجلہ

مدیر مسئول

ابو العطاء جالندھری

فروری

۱۹۷۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفرقان ربوہ

جلد ۲۰ — شمارہ ۲

ذوالحجۃ ۱۳۸۹ ہجری قمری — تبلیغ ۱۳۴۹ ہجری شمسی

فروری ۱۹۷۰ء

مضامین

اشتراک

سالانہ چندہ پیشگی

پاکستان ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ چھ روپے

علاوہ ڈاک بیرونی ممالک۔ دس روپے یا تیرہ شلنگ

بذریعہ ایرمیل ——— بارہ روپے مزید

قیمت فی رسالہ:۔ ساٹھ پیسے

ادارۂ تحریر

- مدیر مسئول ۔۔ ۔ ابوالعطاء جالندھری
- نائبین:۔

۱۔ دوست محمد شاہد مولوی [illegible]

۲۔ عطاء المجیب راشد

اداریہ

"مسیح کی آمدِ ثانی" کی حقیقت!

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی کے رسالہ پر ایک نظر

{چند دن ہوئے ہمارے پاس پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور کا شائع کردہ رسالہ مسیح کی آمدِ ثانی موصول ہوا یہ مقالہ اسی کے متعلق ہے ——— (ایڈیٹر)}

یہود کی ٹھوکر کا سبب

دو ہزار برس گزرے کہ ارضِ فلسطین میں خدا کے پاکباز نبی، حضرت مریمؑ کے فرزند، حضرت مسیح ناصری علیہ السلام یہود کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُمتِ اسرائیل کے لئے مسیح موعود قرار دیا۔ حضرت مسیح ناصریؑ کے درویشانہ دعویٰ کو سُن کر یہودی علماء سخت برافروختہ ہوئے۔ ان لوگوں نے اپنے بے جا تعصب، اور وحیٔ آسمانی کے معنے، مطلب اور منشاء کو نہ سمجھنے کے باعث حضرت مسیح علیہ السلام کی سخت مخالفت کی۔ پادری بوٹا مل مؤلف رسالہ مسیح کی آمدِ ثانی لکھتے ہیں:۔

"یہودی لوگ ہر زمانہ میں اپنے مسیح کی آمد کے انتظار میں بے قرار تو رہے مگر بائیبل شریف کی نبوتوں کے صحیح مطالب سے علماء بنی اسرائیل اکثر غلط فہمی کا شکار رہے۔ اور اس کی بڑی وجہ ان کا بے جا تعصب اور غیروں سے حسد اور ان کی خود نمائی اور خود پسندی تھی۔ اور وحیٔ آسمانی کے صحیح مطالب اور منشاء اور معنوں کو سمجھنے میں وہ بہت ہی قاصر رہے کیونکہ وہ لوگ کتبِ مقدسہ کی بجائے اپنے آبا و اجداد کی روایات اور احادیث کو زیادہ پسند کرتے اور ان کے پابند رہتے تھے اور ہمیشہ اندھی تقلید کے عادی اور محض لکیر کے فقیر بنے رہے ...... ان دنوں وہ لوگ کسی ایسے مسیح کے منتظر اور مشتاق تھے جو جلد آکر ان کو رومی حکومت سے آزاد کر کے مطلق العنان سلطنت کا مالک بنا دے۔" (رسالہ مسیح کی آمدِ ثانی صفحہ ۴-۵)

ایلیا کی آمدِ ثانی کیونکر ہوئی؟

یہود نے حضرت مسیح کی مخالفت اسلئے کی کہ وہ اُن کی تمناؤں کے مطابق نہ آئے تھے۔ آنے والے موعود کے بارے میں انہوں نے کچھ خیالات جمائے ہوئے تھے حضرت مسیح اُن کی نظر میں اُن کے مطابق نہ تھے۔ انہیں یہ بھی اعتراض تھا کہ گلیل کے علاقہ سے آیا ہے (یوحنا ۷/۴۱)۔ انہیں ایک بڑا اعتراض یہ تھا کہ مسیح سے پہلے **ایلیا جسمانی** طور پر آسمانوں سے نازل نہیں ہوا۔

یہودیوں کی الہامی کتاب میں لکھا تھا کہ "**ایلیاہ بگولے میں ہو کے آسمان پر جاتا رہا**" (۲ سلاطین ۲/۱۱)۔ پھر آخری موعودوں کے سلسلہ میں یہ پیشگوئی یہود کو بتلائی گئی تھی کہ:-

"مَیں ایلیا نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا" (ملاکی ۴/۵)

حضرت مسیح کی بعثت کے وقت یہودی تین موعودوں کے منتظر تھے (۱) ایلیا (۲) مسیح (۳) وہ نبی۔ اسی لئے انہوں نے یوحنا پر اعتراض کیا کہ:-

"اگر تُو نہ مسیح ہے نہ ایلیا نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟" (یوحنا ۱/۲۵)

یہودی سمجھتے تھے کہ ایلیاہ جسمانی طور سے زندہ ہے اور اس کا مسیح سے پہلے آسمانوں سے جسمانی طور پر اُترنا ضروری ہے۔ چنانچہ اناجیل میں لکھا ہے:-

(الف) "اس کے شاگردوں نے اس سے پوچھا کہ پھر فقیہہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضروری ہے۔ اس نے جواب میں کہا ایلیا البتہ آئے گا اور سب کچھ بحال کرے گا لیکن مَیں تم سے کہتا ہوں کہ **ایلیاہ تو آ چکا** اور انہوں نے اس کو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی ان کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھائے گا" (متی ۱۷/۱۰-۱۲)

(ب) یوحنا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح نے فرمایا:-

"اور چاہو تو مانو **ایلیا جو آنے والا تھا یہی ہے** جس کے کان سُننے کے ہوں وہ سُن لے" (متی ۱۱/۱۴-۱۵)

"مَیں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آ چکا" (مرقس ۹/۱۳)

گویا حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے ایلیا کے آسمانوں سے اُترنے کا یہ **مطلب** یہود کو سمجھانا چاہا کہ "ایلیا کی روح اور قوت میں" حضرت یحییٰ آ گئے ہیں تم ان کو ایلیا تسلیم کر لو اور مجھے مسیح مان لو۔ مگر یہودی علماء نے یہ **مطلب** درست قرار نہ دیا بلکہ اسے غلط تاویل اور خود غرضی ٹھہرایا اور مسیح کے مخالف ہو گئے۔

مذہبی تاریخ میں پہلا موقعہ دوبارہ آمد کا اور آسمانوں سے اُترنے کا ایلیا کا تھا۔ مگر وہ جسمانی طور پر اُس

ظاہری طور پر واقع نہ ہوا۔ حضرت مسیحؑ کا فیصلہ یہی تھا کہ اس سے مراد جسمانی نزول نہیں بلکہ معنوی مماثلت مراد ہے۔ اس وقت کے سچے مسیحیوں نے حضرت مسیحؑ کی تاویل کو قبول کر لیا اور ایمان لے آئے مگر یہودیوں نے اسے رد کر دیا اور منکر ہو گئے۔

مسیح کی آمد ثانی کیونکر ہو گی؟

حضرت مسیح ناصریؑ کے انجیلی بیانات میں خود ان کی آمد ثانی کا بھی تذکرہ ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ آسمان پر جسمانی طور پر زندہ ہیں اور پھر دوبارہ جسمانی طور پر آسمان سے اُتریں گے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کی آمد ثانی اسی نہج پر ہونے والی تھی جس نہج پر حضرت ایلیا کی آمد ثانی ہوئی اور جسے خود حضرت مسیحؑ نے یہود کے سامنے بطور حجت پیش فرمایا تھا۔ اگر مسیحؑ کی آمد ثانی جسمانی ہو تو پھر ایلیا کی آمد کے بارے میں ان کے فیصلہ کی کوئی قیمت نہیں رہتی۔

مزید برآں اناجیل میں ایسی تصریحات موجود ہیں جو مسیحی بھائیوں کو (اگر وہ خوفِ خدا سے کام لیں) اس ٹھوکر سے بچا سکتی ہیں جو دو ہزار سال پہلے یہودیوں کو لگی تھی مثلاً

(۱) حضرت مسیحؑ نے صاف فرما دیا تھا کہ:-

"میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔" (یوحنا $\frac{16}{10}$)

(۲) حواریوں کے لئے دعا کرتے ہوئے مسیحؑ نے کہا کہ:-

"میں آگے کو دنیا میں نہ ہوں گا مگر یہ دنیا میں ہیں۔" (یوحنا $\frac{17}{11}$)

(۳) انگوری باغ کی تمثیل میں مسیحؑ نے آئندہ باغ کے مالک کے آنے کا ذکر کیا ہے اپنے آنے کا ذکر نہیں کیا بلکہ فرمایا ہے کہ:-

"میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائے گی۔" (متی $\frac{21}{43}$)

(۴) مسیحؑ نے نہایت واضح الفاظ میں فرمایا کہ:-

"میں تم سے کہتا ہوں کہ اب سے مجھے پھر ہرگز نہ دیکھو گے جب تک نہ کہو گے کہ مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام پر آتا ہے۔" (متی $\frac{23}{39}$)

اگر غور کیا جائے تو اناجیل صاف بتلا رہی ہیں کہ مسیحؑ کی آمد ثانی بھی جسمانی نہیں ہے بلکہ ایلیا کی آمد ثانی کے طریق پر ہی ہے۔ آنے والا خود مسیح نہیں ہے جسے مسیحی "خداوند" کہتے ہیں بلکہ مسیح کے نام پر آنیوالا

اُور موجود ہے، وہی مسیح موعود ہوگا۔ اِس طور پر آمدِ ثانی سے حضرت مسیحؑ کے فیصلہ پر بھی کوئی حرف نہیں آتا نیز ان کے دوسرے واضح بیانات کی بھی تائید ہو جاتی ہے۔

عیسائی یہود کے نقشِ قدم پر

آج کے عیسائی بھی وہی ٹھوکر کھا رہے ہیں جو مسیح ناصریؑ کے وقت کے یہودیوں نے کھائی تھی۔ پادری برکت اللہ لکھتے ہیں:۔

"دنیا کے تمام مسیحی آسمان کی طرف نظریں اُٹھائے ہوئے ہیں (اعمال ۱/۱۱) مسیح کی آمد کے انتظار میں بے قرار ہو کر بعض مسیحیوں نے تو اس کی آمد کے ایام اور سالوں کی تقرری کی تاویلیں بھی کی ہیں۔"　　(رسالہ مسیح کی آمد ثانی صفحہ)

اگرچہ پادری صاحب نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے رسالہ میں ناشائستہ الفاظ میں ذکر کیا ہے مگر ہم انہیں معذور گردانتے ہیں کیونکہ جس طرح مسیحِ اوّل کے منکرین نے تعصب اور ظاہر پرستی کی بناء پر ٹھوکر کھائی تھی اسی طرح یہ بھی ظاہر پرستی کا شکار ہو رہے ہیں۔ ان کے اپنے حال پر ان کی یہ عبارت کتنی عمدہ چسپاں ہوتی ہے کہ:

"جو لوگ سمجھ کے ساتھ بائبل کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کرتے وہ ان یہودیوں کی طرح ہیں جو ظاہر پر نظر کرنے کے باعث ہولناک برگشتگی کا شکار ہو کر مسیح کے منکر اور اس سے منحرف رہے" (صفحہ ۱)

ہمیں یقین ہے کہ اگر مسیحی صاحبان خدا ترسی سے کام لے کر تدبر سے بائبل کو پڑھیں تو ان کے لئے مسیح کی آمدِ ثانی کے مسئلہ کو سمجھنا اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شناخت کر لینا قطعاً کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ مسیح ناصریؑ کے بارے میں یہودیوں کے لئے جو دقتیں تھیں وہ اِس وقت سب حل ہو چکی ہیں اور راہِ حق کھل چکا ہے۔ دلائل و براہین کا ایک چمکتا ہوا انبار موجود ہے۔

پادری صاحبان غور کریں!

اگر پادری صاحبان یہودیانہ ظاہر پرستی پر اصرار کریں گے تو انہیں مسیح کی آمدِ ثانی کے خیال سے ہی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ مسیحؑ نے تو فرمایا تھا کہ:۔

(۱) "مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر چکو گے کہ ابنِ آدم آجائیگا۔" (متی ۱۰/۲۳)

(۲) "مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک ابنِ آدم کو اس کی بادشاہت میں آتے ہوئے نہ دیکھ لیں گے موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے۔" (متی ۱۶/۲۸)

واقعہ یہ ہے کہ تمام حواری فوت ہوگئے اور اس زمانہ کے سب لوگ مرگئے اور مسیحی اسرائیل کے سب شہروں میں چکر لگا چکے۔ مگر مسیح کو آسمانوں سے آتے کسی نے نہ دیکھا۔ کیا کوئی پادری دعویٰ کر سکتا ہے کہ یہ پیشگوئی ظاہری طور پر پوری ہوئی ہے یا ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس بیان سے ہماری یہ مراد ہے کہ مسیحی صاحبان کو پیشگوئیوں کی رُوح کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ یہودیوں کی طرح ظاہر پر اڑنا نہ چاہیئے۔ حضرت مسیح نے صاف طور پر فرما دیا تھا کہ:-

"خدا کی بادشاہت ظاہری طور پر نہ آئے گی" (لوقا ۱۷/۲۰)

پھر حضرت مسیح یہ بھی فرما گئے ہیں کہ:-

"جس گھڑی تمہیں گمان بھی نہ ہوگا ابن آدم آجائے گا" (متی ۲۴/۴۴)

پھر ایک اشارہ حضرت مسیح کے اس کلام میں بھی ہے۔ فرمایا:-

"جیسے بجلی پورب سے کوند کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا" (متی ۲۴/۲۷)

گویا آپ نے بتلا دیا کہ مسیح کی آمد ثانی مشرق میں ہوگی اور ایسی گھڑی میں ہوگی جس کا لوگوں کو گمان نہ ہوگا۔ بہر حال وہ ظاہری بادشاہت کے رنگ میں نہ ہوگی روحانی رنگ میں ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

رسالہ مسیح کی آمد ثانی (شائع کردہ ریلیجس بک سوسائٹی لاہور) میں لکھا ہے کہ:-

"زمانہ حال کی ایجادیں اور نہایت حیرت انگیز کارناموں سے اظہر من الشمس ہے کہ المسیح کی آمد قریب ہے اور بنی نوع انسان کا یہ قدم آخری زمانے میں ہے اور انسانی دانش کا یہ انتہائی قدم انسان کے دروازے پر قیامت اور مسیح خداوند کی دوسری آمد کا سگنل ہے" (صفحہ ۳)

ہم ان انتظار کرنے والے مسیحی بھائیوں سے ہمدردانہ عرض پرداز ہیں کہ آنے والا موعود آچکا ہے۔ آسمان نے اس کی گواہی دے دی ہے۔ سورج چاند نے خسوف و کسوف کے ذریعہ اس کی صداقت پر مُہر کر دی ہے۔ زمانہ کے حالات اس کی سچائی پر شاہد ناطق ہیں۔ آپ یہودیوں کی طرح ظاہر پر ضد کر کے ان کے نقش قدم پر چل کر گمراہی کے شکار نہ بنیں۔ آپ لوگوں نے جن دلائل اور جن معیاروں سے پہلے راستبازوں کو شناخت کیا تھا انہی دلائل اور انہی معیاروں سے مسیح محمدی سیدنا احمد قادیانی علیہ السلام کو شناخت کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق بخشے آمین +

دعوت

مسیح کی آمد ثانی کا مسئلہ عیسائیوں کے لئے فیصلہ کن ہے۔ اسلئے انہیں دعوت دی جاتی ہے کہ اگر وہ محض تحقیق کی غرض سے اس موضوع پر سوال و جواب کرنا چاہیں تو ہمیں اطلاع فرمائیں الفرقان کے صفحات اس کے لئے کھلے ہیں۔ (ایڈیٹر)

شذرات

(۱) جمعیۃ العلماءِ اسلام کا منشور

شیعی رسالہ المنتظر لاہور لکھتا ہے :-

"جمعیت کا منشور مرتب کرنیوالوں نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ اپنے سوا دوسرے اسلامی فرقوں کو غیر مسلم ثابت کرنے کے لئے بھی دفعہ شامل کر دی ہے۔ ختمِ نبوت کا تو بہانہ ہے ورنہ لفظ "وغیرہ" میں اتنی گنجائش موجود ہے کہ مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی اسلام کے کسی بھی فرقہ کو غیر اسلامی بنا کر رکھ دیں گے نیز آخری دفعہ میں یہ بھی پابندی عائد کر دی گئی ہے کہ اسلام اور اس کے کسی بھی حکم و عقیدہ یعنی جمعیت علماء اسلام کے اسلام اور عقیدہ کے خلاف کسی قسم کی تنقید و تبلیغ کی نہ تقریری اجازت ہوگی نہ تحریری۔ کیا اس دفعہ کی موجودگی میں شیعانِ پاکستان اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھ سکیں گے؟ سوچنے کی بات ہے۔"

(المنتظر لاہور ۵ فروری ۷۰ء صفحہ ۱)

الفرقان کسی سیاسی جماعت کو ایسا منشور مرتب نہ کرنا چاہیئے جو مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے والا اور ملکی استحکام کو ضعف پہنچانے والا ہو۔ شیعانِ پاکستان کی تشویش اپنی جگہ پر بجا ہے۔ صحیح موقف یہی ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور کلمہ لا الٰہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ پڑھتا ہے وہ مملکت کے حقوق کے لحاظ سے مسلمان ہے نیز ہر شخص کو ملکی قانون کی پابندی کرتے ہوئے اپنے خیالات کی اشاعت کی اجازت ہونی چاہیئے۔

(۲) "بدبخت اور بدترین مخلوق"؟

آجکل اکثر علماء اور سیاسی گروہ جناب مودودی صاحب کی جماعت کو امریکہ کا ایجنٹ قرار دے رہے ہیں۔ اس بارے میں خوب ہنگامہ جاری ہے۔ مدیر چٹان مودودی صاحب کے ہمنوا ہیں۔ وہ دوسرے علماء اور سیاسی لیڈروں کو بدبخت اور بدترین مخلوق قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"اس ملک میں ہر اسلام دوست کو امریکن ایجنٹ کہا جاتا ہے۔ جن بدبختوں کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں وہ عموماً اخلاق سے معرّیٰ ہوتے ہیں سیاست میں ہوں یا شریعت میں۔ ہم نے ان سے بدترین مخلوق نہیں دیکھی"۔ (چٹان ۲ فروری ۷۰ء صفحہ ۷)

الفرقان - اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ شورش صاحب کے نزدیک علماء اور دوسرے لوگ سراسر افتراء کے طور پر بھی کسی کو انگریز یا امریکنوں کا ایجنٹ قرار دیدیا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو مدیر چٹان کے نزدیک اگر بدبخت اور بدترین مخلوق قرار دیدیا جائے تو روا ہے۔

(۳) خلافتِ راشدہ نبوت کا ضمیمہ اور تتمہ ہے

جناب مولوی احتشام الحق صاحب تھانوی فرماتے ہیں:-

"خلافتِ راشدہ نبوت کا ضمیمہ اور تتمہ ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ. تم میری سُنّت کو دین سمجھو اور میرے خلفاءِ راشدین کی سُنّت کو دین سمجھو۔ تمام کے تمام صحابہؓ عادل تھے۔ خلافتِ راشدہ پر تنقید میرے نزدیک نبوت پر تنقید ہے۔" (ہفت روزہ شہاب لاہور ۱۳ ردسمبر ۱۹۶۹ء)

الفرقان- ہمارے نزدیک بھی خلافتِ راشدہ کا یہی مقام ہے۔ جو لوگ خلفاء کے اس مقام کو نہیں جانتے وہ الٰہی برکات سے محروم رہتے ہیں۔

(۴) مرکزی جمعیت اہلحدیث ایک مُردہ لاش ہے

دار العلوم ماموں کانجن میں منعقدہ مجلس مشاورت کی قرارداد میں لکھا ہے:-

"مجلس مشاورت میں شریک علماء نے مرکزی جمعیت اہلحدیث کی موجودہ صورتِ حال پر اظہارِ تشویش کرتے ہوئے کہا ہے کہ مرکزی جمعیت کے قائدین اہلحدیث عوام کی راہنمائی میں ناکام رہے ہیں اور مولانا سید داؤد غزنوی اور مولانا اسماعیل کے صحیح جانشین ثابت نہیں ہو سکے جس کے باعث مرکزی جمعیت ایک مردہ نعش بن کر رہ گئی ہے۔ مرکزی جمعیت کے تعطّل کے باعث جماعت افسوسناک انتشار کی زد میں آ چکی ہے۔" (نوائے وقت ۵ اکتوبر ۱۹۶۹ء)

الفرقان- جب مرکزی جمعیت خود مُردہ لاش ہے تو وہ اہلحدیثوں میں کس طرح زندگی پیدا کر سکتی ہے؟

(۵) قدرتِ ثانیہ ـــ خلافت

غیر مبایعین کا اخبار پیغام صلح لاہور حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"حضرت مولانا کو حضرت مسیح موعودؑ کے بعد تمام جماعت نے بالاجماع خلیفہ منتخب کیا اور آپ کا چھ سالہ دورِ خلافت مسیح موعودؑ ہی کے دورِ ماموریت کا گویا تتمہ تھا جس کے دوران جماعت نے قدرتِ ثانیہ کی وہ شان دیکھی جس کی خوشخبری مسیح موعودؑ نے الوصیت میں دی تھی۔"

(پیغام صلح ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۹ء صـ۳)

الفرقان- جب دورِ خلافت ہی قدرتِ ثانیہ ہے اور خلافت کے ذریعہ ہی قدرتِ ثانیہ کے جلوے نظر آتے ہیں تو غیر مبایعین پہلی خلافت کے بعد آئندہ کے لئے خلافت کے سلسلہ کو منقطع کیوں قرار دیتے ہیں؟ نیز یہ کیوں کہا کرتے ہیں کہ رسالہ الوصیت میں خلافت کا ذکر نہیں ہے؟

درخواستِ دعا

درخواست ہے کہ الفرقان کے معاونین کے لئے دعا فرمائیں۔ انہوں نے دس سالہ چندہ پیشگی ادا کر کے مشکل وقت میں رسالہ کی اعانت فرمائی تھی۔ جزاھم اللہ خیراً۔ (منیجر)

النسآء ع ۲۳

البیان

قرآن مجید کا سلیس اُردو ترجمہ مختصر اور مُفید تفسیری حواشی کے ساتھ

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَّالنَّبِيِّـۧنَ

یقیناً ہم نے آپ کی طرف اُسی طرح وحی نازل کی ہے جس طرح نوحؑ اور اس کے بعد کے نبیوں کی طرف

مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَ

نازل کی تھی۔ ہم ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور

إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَ

ان کی اولاد میں ہونے والے انبیاء اور عیسیٰؑ، ایوبؑ،

يُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ○

یونسؑ، ہارونؑ اور سلیمانؑ پر بھی وحی نازل کر چکے ہیں۔ ہم نے داؤدؑ کو زبور عطا کی تھی۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَٰهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا

(ہم نے) بہت سے رسولوں کو بھیجا ہے جن کا بیان ہم آپ پر پہلے کر چکے ہیں اور بہت سے رسولوں کا

تفسیر:- اس رکوع میں نو[1] آیات ہیں پہلی آیت میں بعض انبیاء علیہم السلام کا نام لیکر اور بعض کو "النبیین من بعدہ" کے لفظ سے مجملاً ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ پہلے زمانوں میں ان سب پر اللہ تعالیٰ کی وحی اتری ہے اور یہ وحی برحق تھی اور آج اللہ تعالیٰ نے اسی طرح حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کو بطور وحی نازل فرمایا ہے۔ خدا زندہ خدا ہے اسلئے لوگوں کو آج کیوں تعجب ہو رہا ہے کہ اس رسول پر وحی الٰہی کا نزول کیوں ہوا ہے! جملہ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جن معیاروں اور اصولوں سے پہلے نبیوں کی وحی کو شناخت کیا جاتا

لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ○

تذکرہ آپ سے ہم نے نہیں کیا۔ موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ نے اہم شریعت والا کلام کیا تھا۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى

ہم نے رسولوں کو مبشر (بشارت دہندہ) اور منذر (انذار کرنیوالے) ہونے کی حالت میں مبعوث فرمایا تاکہ لوگوں کے لئے

اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○

اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حقیقی عذر یا حجت نہ باقی رہے۔ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ

(لوگ اس کلام الٰہی پر شک کرتے ہیں) لیکن واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ خود گواہ ہے کہ اس نے جو کلام تجھ پر اتارا ہے اسے

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ○ اِنَّ الَّذِيْنَ

اپنے علم (غیب کی پیشگوئیوں) پر مشتمل نازل فرمایا ہے فرشتے بھی اس کی گواہی دیتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے۔ جو لوگ

كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ○

خود کافر ہوئے اور انہوں نے (لوگوں کو) راہِ حق سے روکا وہ خطرناک اور دور کی گمراہی میں مبتلا ہو گئے۔

رہا ہے آج انہی معیاروں اور اصولوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی سچائی کو بھی پرکھا جا سکتا ہے۔

دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ ہر ہر نبی کا نام لیکر ہم نے قرآن مجید میں تذکرہ نہیں کیا کچھ نبیوں کے نام ذکر کر دیئے ہیں اور باقیوں کے متعلق یہ اصول بتا دیا وَإِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ کہ ہر قوم میں ہماری طرف سے رسول مبعوث ہو چکے ہیں۔ جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی نمایاں مماثلت کا سوال ہے سو وہ اس وحی سے ہے جو حضرت موسیٰؑ پر اتاری گئی — جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیلِ موسیٰ قرار دیا گیا اسی طرح شریعت ہونے کے لحاظ سے قرآن مجید کو مثیلِ تورات قرار دیا گیا۔ خود قرآن مجید نے بھی اپنے سے پہلے تورات کو ہی بطور کتاب و شریعت ذکر کیا ہے۔ کتب سابقہ پر غور کرنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ عہد قدیم وہ ہے جو موسیٰؑ کے ذریعہ لیا گیا یعنی تورات۔ اور عہد جدید وہ ہے جو سرورِ کونین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے لیا گیا یعنی قرآن مجید۔ عیسائی پادریوں کی چالاکی

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ

یقیناً جنہوں نے کفر کیا اور ظلم پر کمربستہ رہے (انکی عدم توبہ کی صورت میں) اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں کہ انہیں

وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۝ إِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

اور کامیابی کا کوئی راستہ دکھلائے سوائے جہنم کے راستہ کے جس میں وہ بہت لمبے عرصہ

فِيْهَآ أَبَدًا ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ

تک رہنے والے ہوں گے۔ یہ (سزا دینا) اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔ اے لوگو!

قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا

تمہارے پاس ایک کامل رسول تمہارے رب کی طرف سے حق و صداقت لیکر آ گیا ہے اب تم ایمان لے آؤ یہی تمہارے لئے

لَّكُمْ ۚ وَإِنْ تَكْفُرُوْا فَإِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ

بہتر ہے۔ اور اگر تم انکار کرو گے تو (یاد رکھو کہ) آسمانوں اور زمین کی سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہی ہیں۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ

اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اے اہل کتاب (عیسائیو!)

ہے کہ انہوں نے خواہ مخواہ اناجیل کے تاریخی مجموعہ کو عہد جدید کا نام دیکر اس کی تشہیر کر دی ہے۔

تیسری آیت میں رسولوں کی بعثت کی ایک وجہ یوں ذکر فرمائی ہے کہ رسولوں کا بھیجنا اسلئے ضروری ہے تا لوگ گرفت کے وقت یہ عذر نہ کر سکیں کہ ہمارے پاس کوئی رسول نہ آیا تھا۔

چوتھی آیت میں قرآن مجید کی حقانیت پر خدا تعالیٰ کے زندہ نشانات، عقلی دلائل اور ہر زمانہ میں ملائکہ کی شہادات کو پیش فرمایا ہے گویا جس کا یہ کلام ہے وہ خود اس کا محافظ ہے فرمایا إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر ع) پھر اس کے ملائکہ دلوں پر اسکی کتاب کی سچائی کو بھی واضح کرتے رہیں گے گویا قرآن مجید ہمیشہ کے لئے ایک زندہ کتاب ہے۔

پانچویں، چھٹی اور ساتویں آیت میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ اتنی واضح صداقت اور ایسی زندہ کتاب سے عمداً منہ پھیرنے والے اوروں کو بھی

لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ

اپنے دین کے بارے میں قطعاً غلو سے کام نہ لو اور اللہ تعالیٰ کی طرف صرف حق بات منسوب کرو۔

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ

یاد رکھو کہ مسیح عیسیٰ بن مریم صرف خدا کا ایک پیغمبر ہے اور اس کا وہ کلمہ (پیشگوئی سے پیدا ہونے والا)

اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ

جسے اس نے مریم کی طرف اتارا تھا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا شدہ روح ہے پس تم اللہ پر اور اسکے جملہ رسولوں پر ایمان لاؤ۔

وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ

تین خدا ہرگز نہ کہو۔ اس عقیدہ سے باز آجاؤ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا

اکیلا معبود ہے۔ وہ اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ آسمانوں اور

فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ ع ۲۳ ۳

زمین کی سب چیزیں اسی کی ہیں۔ اللہ کافی کارساز ہے۔

اسکے قبول کرنے سے رکنے والے سخت ظالم ہیں اور اس گمراہی کے باعث سزا کے مستوجب ہوں گے۔ آٹھویں آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل رسالت کے پیش نظر عام دعوت دی گئی ہے کہ سب لوگ آپؐ پر ایمان لاکر خیر و برکت سے حصہ پائیں آپ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہیں۔ نویں آیت میں خاص طور پر نصاریٰ کو مخاطب کیا گیا ہے جو حضرت مسیحؑ کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر غلو سے کام لے رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسیحؑ کا مقام تین لفظوں میں بیان فرمایا ہے (۱) مسیح رسول اللہ ہیں (۲) مسیح مریم کی طرف آنیوالے کلمۃ اللہ ہیں (۳) مسیح اللہ کی خاص روح ہیں۔ ان تین لفظوں میں یہود کے گندے اور ناپاک الزاموں کی کھلی تردید کی گئی ہے۔ مسیحؑ کی ولادت خدا کے حکم اور کلمہ سے ہے مسیح کی روح پاک اور معصوم ہے ان روحوں میں سے ایک ہے جو اللہ کی طرف سے آیا کرتی ہیں مسیح اپنی قوم یہود کے لئے برحق رسول ہیں۔ ان تین لفظوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے پرزور صراحت فرمادی ہے کہ مسیح خدا کے بیٹے نہیں ہیں اور نہ ہی خدا کا کوئی بیٹا ہو سکتا ہے۔ بیٹا فانی وجود والے کا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ اسلئے مسیح کو ابن اللہ مت کہو یہ غلو ہے خدا کی ناراضگی کا موجب ہے مسیح ابن اللہ نہیں صرف ابن مریم ہے۔ گویا قرآن مجید نے غلط عیسائیت کی تردید بھی فرمادی اور حضرت مسیحؑ کے صحیح مقام کی بھی حفاظت کر دی۔

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نہایت ہی اثر انگیز واقعہ

مسمریزم کے مصنوعی عمل کے بالمقابل ایک قہری تجلّی کا ظہور!

(از جناب چودھری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے)

خاکسار نے بعض دوستوں کی تحریک پر سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند ایسے واقعات کو نظم کرنے کا آغاز کیا ہے جو اپنی افادیت اور ہمہ گیری کے سبب ایک مینارِ درخشاں کا حکم رکھتے ہیں اور طبیعت پر حضورؑ کی قوتِ قدسی اور نورِ باطن کی وجہ سے نہایت گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ اس نظم میں ایک عاملِ مسمریزم کی قادیان میں آمد کا حال بیان کیا گیا ہے جو اس غرض سے حضورؑ کی مجلس میں آیا کہ وہ اپنی توجہ کا اثر حضورؑ پر قائم کرے مگر ابھی وہ یہ "اثر" قائم کرنے کی کوشش میں ہی تھا کہ وہ اچانک مسجد کی سیڑھیوں میں سے چیختا چلاتا ہوا بھاگ نکلا۔ جب اُسے پوچھا گیا کہ تمہیں کیا ہوا؟ تو اُس نے بتایا کہ میں نے یہ محسوس کیا کہ جیسے کوئی شیر مجھ پر اچانک حملہ آور ہو رہا ہو۔ کہا جاتا ہے کہ وہ امرتسر کا کوئی ہندو تھا اور اس علم مسمریزم میں خاص دسترس رکھتا تھا۔ وہ حضورؑ کی قوتِ باطنی سے اتنا متاثر ہوا کہ اُس نے واپس جا کر حضورؑ کی خدمت میں لکھا کہ حضورؑ اُسے اپنی ہر تصنیف کی ایک کاپی بھیج دیا کریں۔ (عبدالسلام اختر)

سُنو اِک واقعہ یہ مہدیٔ دوراں کی سیرت کا
اثر ظاہر ہے جس سے جذبۂ ایماں کی ہیبت کا
روایت ہے کہ اِک علمِ توجہ کا کوئی ماہر
رموزِ نفسِ پنہاں کا شناور، عالم و ساحر
بزعمِ خود، حقائق کی نظر پہچاننے والا
بشر کو تختۂ مشقِ عمل، گردانے والا
لئے دامن میں اپنے علمِ باطن کی ہمہ دانی
زباں پر مسمریزم کے عمل کی زمزمہ خوانی
دکھانے اپنا زورِ علم سوئے قادیاں آیا
بہک کر ایک ذرّہ جانبِ سیلِ رواں آیا
وہ آیا تاکہ اپنی قوتِ تسخیر [illegible]
توجہ کے [illegible] ثابت کرے [illegible]

حضورِ مہدیٔ موعود تھے اُس وقت مسجد میں
کچھ اور اصحاب بھی موجود تھے اُس وقت مسجد میں
سراپا گوش تھے یہ سب کے سب اصحاب مجلس کے
کہ محوِ گفتگو تھے مہرِ عالمتاب مجلس کے
حضورِ پاک نے اُس پر نہ کوئی بھی توجہ دی
اُسی انداز سے وہ گفتگو جاری رکھی اپنی
اُدھر حال کہ تھا مصروفِ کردارِ عملداری
برابر کر رہا تھا دیدہ و دل سے "فسوں کاری"
لگا تکنے بہ چشمِ منتظر آہستہ آہستہ
کہ شاید ہو توجہ کا اثر آہستہ آہستہ
مگر یہ کیا؟ — نظر کیوں یک بیک پتھرا گئی اُس کی
وہ کیا آفت تھی جس سے رُوح تک گھبرا گئی اُس کی
وہ اک دم سیڑھیوں سے سخت گھبراتا ہوا نکلا
دوبارہ پھر نہ آنے کی قسم کھاتا ہوا نکلا
پریشاں دل، گریباں چاک دل دہشت سے سیپارا
کہ جیسے لڑکھڑائے کوئی ضرب و سنگ کا مارا
کچھ آیا ہوش تو کہنے لگا۔ میں کیسے بتلاؤں؟
جو گذری ہے مرے دل پر زباں سے کیسے سمجھاؤں؟
یہ دیکھا۔ ہے کہ جیسے کوئی خونی شیر آ دھمکے
مجھے ساِلم نگل جانے کو پنجہ مار کر جھپٹے
کہوں کیا میں؟ — کہ کیسے بچ بچا کر آگیا ہوں میں
قضا کے ہاتھ سے دامن چھڑا کر آگیا ہوں میں
خبر کیا تھی کہ قدرت اس طرح زور آزماتی ہے
"خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو اِک عالم کو اک عالم دکھاتی ہے"

بقا عدل کی ہے بقائے خلافت

(محترم جناب ثاقب زیروی)

سُنی ہم نے جس دم نوائے خلافت	ہوئے جان و دِل سے فدائے خلافت

ہمیں خلدِ ربوہ کی پہنائیوں میں	نظر آ رہی ہے رِدائے خلافت

ہے عرفانِ اسلام ہر سمت جاری	فلک گیر ہے اب صدائے خلافت

زمانے کی رفتار یہ کہہ رہی ہے	بقا عدل کی ہے بقائے خلافت

کسی کے لبوں پر قصائدِ جہاں کے	ہمارے لبوں پر ثنائے خلافت

رہے حشر تک وہ ثناخوان اس کا	جسے اپنا جلوہ دکھائے خلافت

بصیرت جسے دے وہ ربِّ دوعالم	وہی باندھتا ہے ہوائے خلافت

اندھیرے گھروں میں اُجالے ہوئے ہیں	گئی ہے کہاں تک ضیائے خلافت

خلافت سہارا ہے ہم غمزدوں کا	اسے رکھ سلامت خدائے خلافت

جسے رُوح تسلیم کرتی ہے ثاقب
وہی آج ہے رہنمائے خلافت

درخواستِ دُعاء

بحضور سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(ڈاکٹر راجہ نذیر احمد صاحب ظفر ربوہ)

[یہ نظم میری منظوم درخواستِ دعا ہے جو بعض خاص پریشانیوں اور انتہائی دلی اضطراب کے عالم میں ارتجالاً سپردِ قلم کی گئی۔ قبولیتِ دُعا کے اِس قسم کے نشانات امامِ وقت سے رجوع کرنے والے سینکڑوں ہزاروں مومنین نے بارہا مشاہدہ کئے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ــــ (ظفر)]

نگاہِ کرم اِس طرف میرے آقا!
کہ دِل اب مرا درد سے پھٹ رہا ہے
مرا دل کہ ہے خانۂ ربِّ اکبر
خیالاتِ دنیا سے کیوں اَٹ رہا ہے؟
بڑھا کر قدم عشق کی وادیوں میں
یہ نادان اب پیچھے کیوں ہٹ رہا ہے؟
ہے خنجر سے بھی تیز احساسِ شاعر
دِل اپنے ہی احساس سے کٹ رہا ہے۔
یہ میرے گناہوں کی پاداش ہے کیا؟
یہ ابرِ کرم چھا کے کیوں چھٹ رہا ہے؟
جو چاہے تو تُو مجھ کو راجہ بنا دے
مرا راج اب تک تو چوپٹ رہا ہے
دُعا کا اثر پیشگی ہو گیا ہے
یہ دیکھو مرا دردِ دل گھٹ رہا ہے
یہ دیکھو مرا حوصلہ بڑھ گیا ہے
مصائب کے آگے ظفرؔ ڈٹ رہا ہے

وفاتِ مسیح ناصری علیہ السلام پر تین دلائل

(از محترم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر ایم۔اے)

مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت کی رُو سے ابتدائے آفرینش سے لے کر نزولِ وحی قرآن تک ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا آنا ثابت ہے جن میں سے ۱۲۳،۹۹۹ کی وفات پر تو اتفاق ہے صرف ایک ہی باقی ہیں جن کی وفات ایک اختلافی مسئلہ بنا ہوا ہے وہ حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام ہیں۔ ان کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ آج تک آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اگر ہمارے ہاتھ میں حضرت مسیح کی وفات کے بارہ میں کوئی قطعی اور یقینی شہادت نہ بھی ہوتی تب بھی ان کو وفات یافتہ تسلیم کرنے میں ہمیں ذرہ بھر تامل نہ ہونا چاہیئے اسلئے کہ جملہ انبیاء نے اور پھر افضل الرسل اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پاکر ہمیشہ کے لئے یہ سُنّت قائم کر دی کہ کوئی نبی نہ زندہ رہا ہے اور نہ ہی رہ سکتا ہے۔

حضرت مسیح ناصری کے بارہ میں مسلمانوں کا وہ طبقہ جو اُن کی آسمانی جسمانی زندگی کا قائل ہے اور اس حصہ میں گویا عیسائیوں کا ہم عقیدہ اور ہم خیال ہے اُن کے عقیدہ اور عیسائیوں کے عقیدہ میں صرف اتنا فرق ہے کہ عیسائی حضرت مسیح کا صلیب پر مرنا پھر زندہ ہو کر آسمان پر جانا مانتے ہیں اور مسلمانوں کا یہ طبقہ نہ اُن کا صلیب پر چڑھنا مانتا ہے اور نہ صلیب پر مرنا۔ بلکہ کہتے ہیں کہ جب یہودیوں نے ان کو مصلوب کرنے کے لئے گرفتار کرنا چاہا تو خدا تعالیٰ کا فرشتہ انہیں اسی جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر لے گیا اور اُن کی جگہ کسی اور بے گناہ کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ مسلمانوں کے اس مکتبِ فکر کے سامنے یہود کے عقیدہ ایلیا نبی کے آسمان پر جانے اور دوبارہ نزول کی نظیر موجود تھی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ اس نظیر سے پُورا فائدہ اُٹھاتے مگر انہوں نے استعارات کو حقیقت پر محمول کر کے نہ صرف یہود کی طرح ٹھوکر کھائی بلکہ عیسائیت کی ترقی اور فروغ کا سامان بھی اپنے ہاتھوں بہم پہنچایا۔ ایک طرف تو مسیح ناصری کو زندہ مان کر انہیں خدا تعالیٰ کی صفات میں شریک ٹھہرایا اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے بھی مرتکب ہوئے ؎

غیرت کی جا ہے عیسٰی زندہ ہو آسمان پر
مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاں ہمارا

سید الکونین تو ہجرت کے وقت غارِ ثور میں پناہ لیں لیکن حضرت مسیح کی حفاظت کے لئے

فرشتے اپنے پر بچھادیں اور انہیں آسمان پر اُڑا لے جائیں۔

کیا واقعۂ اسرار میں بیت المقدس کی سرزمین پر حضرت مسیح ناصری کا دیگر وفات یافتہ انبیاء کے ہمراہ حضور سرور کائنات کی اقتداء میں فریضۂ نماز ادا کرنا ثابت نہیں؟ کیا تاج مرسلین کا اپنی امت کو یہ فرمانا کہ اسراء میں حضرت مسیح آپ کے سامنے لائے گئے اور وہ آپ کے ایک جلیل القدر صحابی عروہ بن مسعودؓ کے مشابہ تھے، درست نہیں تھا؟ پھر شب معراج میں حضرت مسیح کو ان کے وفات یافتہ خالہ زاد بھائی یحییٰ بن زکریا کے ہمراہ ایک ساتھ دوسرے آسمان پر دیکھنا کیا کسی تاویل کا محتاج ہے؟ صرف یہی نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی ایک سو بیس سال عمر بتانا بھی ایسی قطعی شہادت ہے کہ کسی مزید دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ (حجج الکرامہ)

خدائے عزّوجلّ کو علم تھا کہ امت مسلمہ عیسائیوں کے پیدا کردہ حیات مسیح کے فتنہ سے ارتداد کا رنگ اختیار کرے گی اور لاکھوں اس سے متأثر ہوں گے اسلئے اللہ تعالیٰ نے جس شد و مد کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کو بار بار بیان کیا ہے اور کسی نبی کی وفات کا اس رنگ میں ذکر نہیں فرمایا۔

قرآن شریف میں کسی مقام سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت مسیح آسمان پر زندہ موجود ہیں بلکہ متعدد مقامات پر آپ کے فوت ہونے کا ذکر ہے۔

پہلی دلیل

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ

(آل عمران: ۵۶)

اس آیت کو سمجھنے کے لئے سیاق آیت پر غور کرنا ضروری ہے۔ آیت کا سیاق یہ ہے:۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝

مسیح علیہ السلام کے ہم عصر یہودیوں نے اپنی منصوبہ بازیوں اور شرارتوں سے یہ کوشش کی کہ کسی طرح مسیح کو مصلوب کروا کر یہ ثابت کر دیں کہ حسب تعلیم توراۃ وہ صادق اور راستباز نہیں تھے اور صلیب پر جان دیکر انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ان کا رفع خدا کی طرف نہیں ہوا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ:۔

"..... جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے۔" (استثناء ۲۱/۲۲)

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہم کو مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے

کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا ہے
وہ لعنتی ہے" (گلتیوں ۳/۱۳)

مگر خدائے بزرگ و برتر نے اپنے پیارے مسیح کو یہودیوں کی منصوبہ بازیوں کی نہ صرف قبل از وقت اطلاع دی بلکہ چار وعدوں کی نمایاں رنگ میں بشارت دے کر آپ کی دلجوئی اور تسکین کا سامان بھی بہم پہنچایا۔ ان میں سے پہلا وعدہ "اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ" کے الفاظ میں بیان فرمایا کہ یہود آپ کو صلیب پر مارنے میں ہرگز کامیاب نہیں ہوں گے بلکہ آپ کی وفات طبعی طور پر ہو گی۔

دوم یہود یہ دعویٰ کریں گے کہ انہوں نے بظاہر مسیح کو صلیب پر لٹکا کر آپ کو ملعون ثابت کر دیا (نعوذ باللہ) اور آپ کا رفع خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوا۔ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ فرما کر بتایا کہ میں خدا ان کے ناپاک عزائم اور منصوبوں کو ناکام بناؤں گا۔ اور اے مسیح! میں تجھے اپنا اعزاز اور قرب بخشوں گا۔

سوم دشمن آپ کے خلاف لب کشائی کریگا اور طرح طرح کے الزامات اور بہتانات تراشے گا کہ آپ کی ولادت نعوذ باللہ ناجائز طور پر تھی۔ مُطَهِّرُكَ فرما کر یہ بتایا کہ میں ان کے تمام ناپاک عزائم اور گندے الزامات سے آپ کی بریت کروں گا۔

چوتھا وعدہ کہ آپ کے متبعین آپ کے مخالفین پر ہمیشہ غالب رہیں گے (وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ) یہ وعدہ بھی بڑی شان و شوکت سے پورا ہوا۔ تاریخ اقوام عالم بتاتی ہے کہ یہود ہمیشہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے زیر تسلط رہے ہیں۔ اگر آج عارضی طور پر یہود ارض مقدسہ پر قابض ہیں تو یہ استثناء بھی عین الٰہی پیشگوئیوں کے مطابق ظہور میں آیا ہے۔ اور اس میں مسلمانانِ عالم کے لئے انذاری رنگ میں ایک انتباہ ہے۔

ہمارے مخالفین "تَوَفِّیْ" کے معنی "پورا پورا لینے" کے کرتے ہیں یعنی جسم مع رُوح لینے کے۔ اس شبہ کے ازالہ کے لئے یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ جب توفّی باب تفعّل ہو اور فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول ہر کوئی ذی رُوح ہو تو وہاں سوائے قبض رُوح کے اور کوئی معنے نہیں ہوتے۔ لغت کی کتابیں دیکھ لو، محاورہ عرب اور ان کے ضرب الامثال چھان مارو توفّی کے معنے بجز موت کے اور کوئی نہیں ہوتے۔ کتب احادیث میں بھی یہی لفظ بار بار موت کے معنے میں آیا ہے۔ کسی اَن پڑھ عرب کو بھی کہا جائے کہ تُوُفِّیَ زَيْدٌ تو وہ یہی سمجھے گا کہ زید وفات پا گیا نہ یہ کہ اُسے پورا پورا لے لیا گیا۔

قرآن مجید میں لفظ توفّی ۲۳ مقامات پر آیا ہے۔ ہر جگہ اس کے معنی قبض رُوح کے ہی کئے جاتے ہیں۔ حیاتِ مسیح کے قائلین اس کے جواب میں دو آیات پیش کرتے ہیں:۔ اوّل اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا (الزمر ۳:۴۳) دوسرے يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ (انعام ۶۱)

ہر دو آیات پیش کر کے کہتے ہیں کہ توفّی کے معنی نیند کے ہیں نہ کہ قبضِ رُوح کے۔ اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ کسی لغت میں توفّی کے معنی نیند کے نہیں ہیں بلکہ ہر جگہ قبضِ رُوح کے ہی ہیں۔ ہاں اتنی وضاحت کرنا باقی ہے کہ قبضِ رُوح دو وقت ہوتا ہے۔ ایک تو موت کے وقت اور وہ دائمی ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ کہ "پھر وہ جس کی موت کا حکم جاری کر چکا ہوتا ہے اُس کی رُوح کو روکے رکھتا ہے وہ رُوح پھر واپس جسم میں نہیں آتی۔ دوسرے نیند کے وقت اور وہ عارضی ہے جیسا کہ فرمایا وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ یعنی نیند کے وقت جو قبضِ رُوح ہوتا ہے وہ عارضی ہوتا ہے۔ پس اِن ہر دو آیات سے بھی لفظ توفّی کے معنی قبضِ رُوح کے سوا اور کچھ ثابت نہیں ہو سکتے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحدّی لفظِ توفّی کے بارے میں آج بھی پوری شان و شوکت سے قائم و دائم ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثرِ قدیم و جدیدِ عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفّی کا لفظ خدا تعالےٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبضِ رُوح اور وفات دینے کے کسی اَور معنوں پر اطلاق پا گیا ہے یعنی قبضِ جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دونگا اور آئندہ اس کے کمالاتِ حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کر لوں گا۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۲۳)

جب فریقِ مخالف اِن ٹھوس اور حقیقت پر مبنی دلائل سے عاجز آ جاتا ہے تو پھر حقیقت سے گریز کا ایک اَور طریق اختیار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مانتا ہوں کہ توفّی کے معنی موت کے ہیں لیکن یہ وعدہ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ کے بعد پورا ہوگا۔ قرآن پاک کی آیات کی ترتیب کو بگاڑنا اُن کے ربط اور سیاق و سباق کو ملحوظ نہ رکھنا تاکہ اس سے کسی طرح حضرت مسیح کی حیات ثابت ہو جائے یہ ایک قسم کی تحریف ہے۔

قرآن مجید جیسے مرتّب کلام میں بیان فرمودہ تینوں وعدے جب پورے ہو چکے ہیں تو ہم کیوں نہ مانیں کہ پہلا وعدہ مُتَوَفِّيكَ بھی پورا ہو چکا ہے ورنہ ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ کا کلام بے ربط اور بغیر کسی ترتیب کے ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:- اِبْدَءُوْا بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ یعنی

کلامِ الٰہی میں تقدیم و تاخیر نہ کرو اُس کو پہلے سمجھو جس کو اللہ نے پہلے بیان کیا ہے۔

مُتَوَفِّیْکَ کے معنے سید المفسرین حضرت ابن عباسؓ وہ برگزیدہ ہستی ہیں جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ کی دُعا دی تھی یعنی اے اللہ! ابن عباس کو دین کے مسائل میں تفقہ عطا فرما۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ رئیس المفسرین ہیں۔ امام بخاریؒ جیسے سید المحدثین نے بھی اپنی صحیح میں یہی معنے نقل کئے ہیں۔ گویا اُن کے نزدیک "مُتَوَفِّیْکَ" کے معنے "مُمِیْتُکَ" کے ہیں۔ خود مفسرین گزشتہ نے مُتَوَفِّی کے معنے 'موت دینے والا' کے ہی کئے ہیں:۔

(۱) مُمِیْتُکَ حَتْفَ اَنْفِکَ لَا قَتْلًا بِاَیْدِیْھِمْ۔

یعنی میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا اور تُو دشمن کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوگا۔ (کشاف)

(۲) قَابِضٌ لِرُوْحِکَ میں تیری روح قبض کرنے والا ہوں۔

(حاشیہ شیخ احمد صادق المالکی علی جلالین)

(۳) اَلْمُرَادُ بِالتَّوَفِّی حَقِیْقَةُ الْمَوْتِ۔ یعنی توفی سے مراد موت کی حقیقت ہے۔ یعنی سچ مچ کی موت۔ (خازن)

دوسری دلیل

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۚ

"یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک نبی ہیں اُن سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے ہیں۔ اب کیا اگر وہ بھی فوت ہو جائیں یا مارے جائیں تو اُن کی نبوت میں کوئی نقص لازم آئیگا جس کی وجہ سے تم دین سے پھر جاؤ۔ اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر نبی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو اب تک زندہ موجود ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو پھر یہ دلیل جو خدا تعالیٰ نے پیش کی صحیح نہیں ہوگی۔" (ازالہ اوہام ص۲۴۹)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اور اس بات پر زور دینا کہ اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آئیں گے یہ عجیب افترا ہے جو سمجھ نہیں آتا۔

اگر اتفاق سے مراد صحابہ کا اتفاق ہے تو یہ اُن پر تہمت ہے اُن کی تو بلا کو بھی اس مستحدث عقیدہ کی خبر نہیں تھی کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آجائیں گے۔ اور اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا تو اس آیت کے مضمون پر رو رو کر کیوں اتفاق کیا جاتا کہ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک انسان رسول تھے خدا تو نہیں تھے اور ان سے پہلے سب رسول دنیا سے گزر گئے ہیں۔ پس اگر حضرت عیسیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک دنیا سے نہیں گزرے تھے اور ان کو اسی وقت تک ملک الموت چھو نہیں گیا تھا تو اس آیت کے سُننے کے بعد کیونکر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس عقیدہ سے رجوع کر لیا کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ ہر ایک کو معلوم ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُس دن تمام صحابہ کو مسجد نبوی میں پڑھ کر سُنائی تھی جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی دفن نہیں کئے گئے تھے اور عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں آپ کی میّت مطہر تھی کہ شدتِ دردِ فراق کی وجہ سے

بعض صحابہ کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہُوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں فوت نہیں ہوئے بلکہ غائب ہو گئے ہیں اور پھر دنیا میں آئیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اِس فتنہ کو خطرناک سمجھ کر اُسی وقت تمام صحابہ کو جمع کیا اور اتفاقِ حسنہ سے اُس دن کُل صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ میں موجود تھے۔ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ مَیں نے سُنا ہے کہ بعض ہمارے دوست ایسا ایسا خیال کرتے ہیں مگر سچ بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں اور ہمارے لئے یہ کوئی خاص حادثہ نہیں ہے اِس سے پہلے کوئی نبی نہیں گزرا جو فوت نہیں ہُوا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی۔ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف انسان رسول تھے خدا تو نہیں تھے۔ سو جیسے پہلے اس سے سب رسول فوت ہو چکے ہیں آپ بھی فوت ہو گئے۔

تب اِس آیت کو سُن کر تمام صحابہ چشم پُر آب ہو گئے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور اِس آیت نے اُن کے دلوں میں ایسی تاثیر کی کہ گویا اُسی روز نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ بعد اسکے حسان بن ثابت

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ
مرثیہ بنایا۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ
فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ
فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

یعنی تُو تو میری آنکھوں کی پتلی تھا میں تو
تیری موت سے اندھا ہو گیا۔ اب بعد اس
کے جو چاہے مرے مجھے تو تیرے ہی مرنے
کا خوف تھا۔ اس شعر میں حسان بن ثابت
نے تمام نبیوں کی موت کی طرف اشارہ کیا
ہے۔ گویا وہ کہتا ہے کہ ہمیں اس کی کیا پروا
ہے کہ موسیٰ مر گیا ہو یا عیسیٰ مر گیا ہو۔ ہمارا
ماتم تو اس نبی محبوب کے لئے ہے جو آج ہم
سے علیحدہ ہو گیا اور آج ہماری آنکھوں سے
پوشیدہ ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
بعض صحابہ اس غلط عقیدہ میں بھی مبتلا تھے
کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔
مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ پیش کر کے یہ غلطی دُور
کر دی اور اسلام میں یہ پہلا اجماع تھا کہ سب
نبی فوت ہو چکے ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۲-۳۱)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"اور منجملہ افادات امام بخاری کے
جن کا ہمیں شکر کرنا چاہیئے یہ ہے کہ انہوں نے
صرف اسی قدر ثابت نہیں کیا کہ حضرت مسیح
علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں بلکہ احادیث نبویہ
کی رُو سے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ جو شخص
فوت ہو جائے پھر دنیا میں نہیں آ سکتا۔
چنانچہ بخاری کے صفحہ ۶۴۰ میں حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی گئی ہے کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو بعض
آدمی یہ گمان کرتے تھے کہ آنحضرت فوت
نہیں ہوئے اور بعض کہتے تھے فوت ہو گئے
مگر پھر دنیا میں آئیں گے۔ اس حالت میں
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ
کے گھر گئے اور دیکھا جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں تب وہ چادر کا
پردہ اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ
کی طرف جھکے اور چوما اور کہا کہ میرے
ماں باپ تیرے پر قربان مجھے خدا کی قسم ہے
کہ خدا تیرے پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔
پھر لوگوں میں آئے اور آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کا فوت ہو جانا ظاہر کیا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے اور پھر دنیا
میں نہ آنے کی تائید میں یہ آیت پڑھی۔ وَمَا
مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ یعنی محمدؐ اس سے زیادہ
نہیں کہ وہ رسول اللہ ہے اور اس سے پہلے
تمام رسول اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے گزر چکے

ہیں۔ یاد رہے کہ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کا الف لام استغراق کا ہے جو رسولوں کی جمیع افرادِ گزشتہ پر محیط ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر دلیل ناقص رہ جاتی ہے۔ کیونکہ اگر ایک فرد بھی باہر رہ جائے تو پھر وہ استدلال جو مدعا قرآن کریم کا ہے اس آیت سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس آیت کے پیش کرنے سے حضرت ابوبکر صدیق نے اس بات کا ثبوت دیا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا کہ جو فوت نہیں ہوا اور نیز اس بات کا ثبوت دیا کہ جو فوت ہو جائے پھر دنیا میں کبھی نہیں آتا کیونکہ لغتِ عرب اور محاورۂ اہلِ عرب میں خَلَا یا خَلَتْ ایسے لوگوں کے گزرنے کو کہتے ہیں جو پھر آنے والے نہ ہوں۔ پس تمام رسولوں کی نسبت جو آیت موصوفہ بالا میں خَلَتْ کا لفظ استعمال کیا گیا وہ اسی لحاظ سے استعمال کیا گیا تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ وہ لوگ ایسے گئے ہیں کہ پھر دنیا میں ہرگز نہیں آئیں گے۔ چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال یافتہ ہونے کی حالت میں آپؐ کے چہرہ کو بوسہ دے کر کہا تھا کہ تُو حیات اور موت میں پاک ہے اور تیرے پر دو موتیں وارد نہیں ہوں گی یعنی دوسری مرتبہ دنیا میں ہرگز نہیں آئے گا۔ اس لئے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول کی تائید میں آیت قرآن کریم کی پیش کی جس کا خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ سب رسول جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تھے گزر چکے ہیں اور جو رسول اس دنیا سے گزر گئے ہیں پھر اس دنیا میں ہرگز نہیں آئیں گے کیونکہ جیسا کہ قرآن شریف میں اُور فوت شدہ لوگوں کی نسبت خَلَوْا یا خَلَتْ کا لفظ استعمال ہوا ہے ایسا ہی یہی لفظ نبیوں کے حق میں بھی استعمال ہوا ہے اور یہ لفظ موت کے لفظ سے اخص ہے کیونکہ اس کے مفہوم میں یہ شرط ہے کہ اس عالم سے گزر کر پھر اس عالم میں نہ آئے۔ غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ فوت شدہ نبیوں کے دوبارہ نہ آنے کے بارے میں اوّل قول ابوبکر صدیق کا پیش کیا جس میں یہ بیان ہے کہ خدا تیرے پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا کیونکہ دوبارہ آنا دو موتوں کو مستلزم ہے اور پھر اس بارے میں قرآن کریم کی آیت پیش کی اور یہ ثبوت دیا کہ خَلَا اس گزرنے کو کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد عَود نہ ہو۔ اس تحقیق و تدقیق سے کمالاتِ امام بخاری ظاہر ہیں۔ جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ وَأَدْخَلَهُ اللّٰهُ فِي جَنَّاتِهِ الْعُلْيَا۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۲۰ تا ۳۲۵)

اس آیت کی شانِ نزول جنگِ احد کی وہ افواہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے بارہ میں اُڑی تھی۔ یہ بھی ایک دلیل ہے اس بات کی کہ اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مماثلت دکھانے کے لئے پہلے رسولوں کا ذکر کیا ہے تو پہلے رسولوں کا ذکر ان کے فوت و موت کے بارہ میں ہوا نہ کسی اور بارہ میں۔

لغت میں خَلَا کے معنے مَاتَ کے ہیں چنانچہ:۔

(۱) قَالَ الْاَعْرَابِيُّ خَلَا فُلَانٌ اِذَا مَاتَ (لسان العرب)
کہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو کہتے ہیں خَلَا فُلَانٌ یعنی فلاں شخص گزر گیا۔

(۲) خَلَا الرَّجُلُ اَیْ مَاتَ۔ (اقرب الموارد)
خَلَا الرَّجُلُ کے معنے ہیں وہ شخص مر گیا۔

(۳) اِذَا سَيِّدٌ مِنَّا خَلَا قَامَ سَيِّدٌ قَؤُوْلٌ لِمَا قَالَ الْكِرَامُ فَعُوْلٌ (حماسہ، باب الحماسہ)
یعنی جب ہمارا ایک سردار فوت ہو جاتا ہے تو معاً اس کا قائم مقام دوسرا سردار کھڑا ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں لفظ "خَلَا" کے بارہ میں بھی ایک عمومی استعمال موجود ہے۔ وہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں جب کبھی خَلَا کا لفظ بغیر صلہ کے آیا ہے اور ذی روح کے لئے استعمال ہوا ہے تو اس کے معنے عمومی طور پر موت کے ہوتے ہیں مثلاً:۔

(۱) تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ (بقرہ ع ۱۶) یہاں نبیوں کا نام لے کر جو فوت ہو چکے ہیں۔ فرمایا قَدْ خَلَتْ۔ اس سے معلوم ہوا کہ خَلَتْ کے معنے موت کے ہیں۔

(۲) وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝ (فاطر ع ۳) یعنی ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہوشیار کرنے والا گزرا ہے۔

(۳) قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَمٌ (رعد) یعنی جس سے پہلے کئی قومیں گزر چکی ہیں۔

(۴) وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ (حج) یعنی کئی قومیں گزر چکی ہیں۔

(۵) مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (مائدہ) یعنی مسیح ابن مریم صرف ایک رسول تھا۔ اس سے پہلے سب رسول گزر چکے ہیں۔

تیسری دلیل

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا

يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝

(نحل ع ۲)

ترجمہ:- اور اللہ کے سوا جن (معبودانِ باطلہ) کو وہ پکارتے ہیں وہ کچھ (بھی) پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ وہ مُردے ہیں نہ کہ زندہ۔ اور وہ (یہ بھی) نہیں جانتے کہ کب (دوبارہ) اُٹھائے جائیں گے۔

اِس آیت سے ثابت ہے کہ دُنیا میں بعض ایسی شخصیتیں بھی ہیں جنہیں خدا تسلیم کیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:-

اوّل- لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط (المائدہ: ۷۳)

یعنی جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یقیناً اللہ ہی [illegible] یم ہے وہ وہ ضرور کاف[illegible]

دوم- لَقَدْ كَفَرَ [illegible] قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ م (المائدہ: ۷۴)

یعنی جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ یقیناً تین میں سے ایک ہے وہ یقیناً کافر ہوگئے۔

یہ دونوں آیتیں بیان ہوئی [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی خدا تسلیم کیا جاتا ہے اور جو لوگ اللہ سمجھے جاویں وہ بموجب آیتِ مذکورہ بالا مُردہ ہیں اِسلئے ماننا پڑا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں بلکہ فوت ہو چکے ہیں۔

برسبیلِ تذکرہ یہ امر ملحوظ رہے کہ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ سے تردیدِ الوہیتِ مسیح بھی ثابت ہے مسلمانوں کا وہ طبقہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خالق الطیور اور محی الاموات مانتا ہے یعنی مسیح کو اُن صفات سے متصف مانتا ہے جو خاصّہ اور لازمۂ الوہیت ہیں۔ اِس میں بتایا کہ ایک طرف تم مسیح کو خدا کا رسول مانتے ہو تو دوسری طرف اُنہیں خالق بھی مانتے ہو۔ اگر تو مسیح عام بشر رسول ہیں تو پھر وہ خالق نہیں ہو سکتے۔ اب یا تو تم مسیح کو خدا مانو اور حقیقی طور پر خالق الطیور اور محی الاموات مان کر عیسائیوں کی صف میں شامل ہو جاؤ یا پھر وہ تشریح جو جماعتِ احمدیہ پیش کرتی ہے اُسے مانو۔

اب مَیں اپنے اِس مقالہ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک اہم اقتباس پر ختم کرتا ہوں۔ حضورؑ نے اپنی وفات سے ایک روز قبل اپنی آخری تقریر میں اُمتِ مرحومہ کو اِس طرف توجہ دلائی اور فرمایا:-

"تم عیسےٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسےٰ محمدی آنے دو کہ اس

میں اسلام کی عظمت ہے .....؟"
(ڈائری ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء ملفوظات جلد دوم)

اس کے علاوہ "تذکرۃ الشہادتین" میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"..... مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا محض جھوٹا خیال ہے یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اَب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اُن کی اولاد جو باقی رہیگی وہ بھی مرے گی اور اُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالیگا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دُنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اِس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پُوری نہیں ہو گی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۳۔ ایڈیشن اوّل صفحہ ۶۵)

"جماعت اسلامی" کے منشور پر مختصر تبصرہ

روزنامہ ندائے ملت لاہور لکھتا ہے :-

" جماعت اسلامی نے سب سے پہلے اپنا انتخابی منشور شائع کیا ہے۔ ہم نے یہ منشور حرف بحرف پڑھا ہے ہمیں اس جماعت کی طرف سے جو عزیمت و دعوت کا داعیہ لیکر اٹھی تھی دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کے لئے کہیں اعلیٰ و بالا اور بہتر و برتر منشور کی توقع تھی لیکن ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"
(ندائے ملت ۵ رجنوری ۱۹۷۰ء)

رؤیتِ ہلال کے متعلق قطعی اور یقینی صورت

(از جناب مرزا نذیر حسین صاحب چغتائی لاہور)

رسالہ الفرقان کے جنوری ۱۹۷۰ء کے نمبر میں "شذرات" کے ماتحت نمبر ۵ میں رؤیتِ ہلال کی شرعی حیثیت جو رسالہ کے صفحہ پر درج ہے اس میں شیعوں کے رسالہ "پیام عمل" لاہور کا اقتباس درج تھا جس کے آخر میں جناب ایڈیٹر صاحب کا نوٹ درج تھا کہ "افق کے بارے میں بھی کسی قطعی فیصلہ ہو جانے کی ضرورت ہے تاکہ آئے دن رؤیتِ ہلال کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف نہ ہوا کرے۔" اس نوٹ کے جواب میں ذیل کا مضمون خاکسار سپردِ قلم کرتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ "وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ" (سورہ یٰس آیت ۳۹) یعنی چاند اپنی منزلیں طے کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ باریک کھجور کی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ قرآنی بیان کی اس حقیقت کو ہم ہر ماہ چاند میں دیکھتے ہیں۔ چاند پہلے ہلال کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ پھر بڑھتا بڑھتا چودھویں تاریخ کو پورا چاند نظر آتا ہے۔ پھر کم ہوتے ہوتے ۲۷، ۲۸ تاریخ کو بالکل ہلال کی شکل میں آخری حصہ رات کو نظر آ کر پھر دو دن بالکل نظر نہیں آتا۔ پھر دوبارہ ہلال کی شکل میں غروب آفتاب کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ چاند اپنی منزلیں طے کرتا ہوا اپنی مختلف حالتوں میں ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ پھر کبھی قمری ماہ ۳۰ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۲۹ دن کا۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ چاند ۲۸ دنوں کے بعد پھر ہلال کی شکل میں نظر آئے۔ پس قمری ماہ یا تو ۲۹ دن کا ہوگا یا ۳۰ دن کا۔

عام فہم الفاظ میں ہم یوں کہتے ہیں کہ چاند اپنی منزلیں (گردش) تقریباً ۲۹½ دن میں پوری کرتا ہے۔ یوں سمجھ لینا چاہیئے کہ چاند تقریباً ۲۹½ دن کا وقت پورا کرنے کے بعد پھر ہلال کی شکل میں ہم کو نظر آتا ہے۔ عام فہم طور پر یوں کہہ سکتے ہیں کہ جب چاند گردش کرتے کرتے ۲۹½ دن کا عرصہ پورا کرے گا تو وہ ہلال کی شکل میں نظر آئے گا۔ اور جہاں اس کی گردش ۲۹½ دن کا عرصہ پورا کرے گی وہاں وہ ہلال کی شکل میں نظر آئے گا۔ تقریباً ۲۹½ دن کا عرصہ چاند کا ہر ماہ ایک ہی مقام پر ختم نہیں ہوگا بلکہ کبھی ایک مقام پر اور کبھی دوسرے مقام پر اور کبھی تیسرے مقام پر وغیرہ۔ اس بات کو سمجھ لینے کے ابعد اب میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ چونکہ سورج مشرق سے طلوع کرتا ہے جیسا کہ ہم ہر روز یہی دیکھتے ہیں۔ اور مغرب میں غروب ہوتا ہے اسلئے

یہ سمجھنا آسان ہو جائے گا کہ جو مقام مشرق میں واقع
ہیں وہاں سورج پہلے طلوع کرے گا اور جو مغرب
میں ہیں وہاں سورج بعد میں طلوع کرے گا۔ ہم ریڈیو
میں روزانہ سُنتے ہیں کہ جب مغربی پاکستان میں ۷ بجے
ہیں تو اُس وقت مشرقی پاکستان میں ۸ بجے ہوتے ہیں کیونکہ
مشرق میں سورج پہلے نکلا تھا اسلئے وہاں ۷ پہلے بجے تھے
اور جب مغربی پاکستان میں ۷ بجے تھے تو اُس وقت مشرقی
پاکستان میں ایک گھنٹہ ۷ بجے کو ہو چکا تھا اسلئے وہاں
۸ بجے تھے۔

چونکہ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں
۱۵ درجے طول بلد کا فاصلہ ہے اور وقت میں ایک گھنٹہ
یعنی ساٹھ منٹ کا فرق ہے لہذا یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ
ایک درجہ طول بلد کے فاصلہ میں ۴ منٹ کا فرق وقت
میں ہوتا ہے۔

اس قدر واضح کرنے کے بعد اب ہم رؤیتِ
ہلال کی طرف آتے ہیں۔ جیسا کہ اُوپر بتلایا جا چکا ہے
کہ چاند تقریباً ½ ۲۹ دن کے عرصہ کے بعد پھر ہلال کی
شکل میں نظر آتا ہے۔ فرض کرو کہ چاند کی گردش نے
اپنا چکر تقریباً ½ ۲۹ دن کے عرصہ میں اُس وقت پُورا
کیا جب وہ مغربی پاکستان میں آیا ہوا تھا اسلئے وہ
صرف مغربی پاکستان میں نظر آئے گا مشرقی پاکستان
میں وہ نظر نہیں آئے گا۔ کیونکہ جب مشرقی پاکستان
اس کے سامنے تھا چاند نے اپنا تقریباً ½ ۲۹ دن کا چکر
پورا نہ کیا تھا اسلئے مشرقی پاکستان میں اس کا نظر آنا
ناممکن تھا۔ ہاں اگر چاند اپنا چکر ½ ۲۹ دن کے عرصہ کا
مشرقی پاکستان میں پورا کر چکا ہوتا تو وہاں ہلال کی
صورت میں نظر آجاتا ہے۔ جب چاند ہلال کی شکل میں
مشرقی پاکستان میں نظر آجائے گا تو پھر تمام مغربی
ممالک میں بھی نظر آجائے گا کیونکہ جب وہ اپنا چکر پورا
کرنے کے بعد ہلال کی شکل میں نظر آگیا تو تمام مغربی ممالک
میں جہاں وہ بعد میں آئے گا ضرور نظر آئے گا۔ قاعدہ
یہ ہوا کہ جس جگہ میں چاند ہلال کی شکل میں عینی طور پر دکھائی
دیا گیا ہو تو اُس جگہ سے جتنے ملک مغرب کی طرف طول بلد
کے حصے میں ہوں گے وہاں چاند کا ہلال کی شکل میں نظر آنا
لابدی ہے۔ اس قاعدہ کو عام فہم طور پر یوں سمجھا جا سکتا
ہے کہ جب کسی جگہ سے طول بلد کے مشرقی ملک میں رؤیتِ
ہلال عینی طور پر ہو گئی تو اس سے تمام مغربی ممالک کو جو
اس کے طول بلد میں واقع ہیں رؤیتِ ہلال تسلیم کر لینی چاہیئے
کہ چاند ایک بار ہلال کی شکل میں نظر آ کر پھر گم نہیں ہو سکتا
بلکہ جوں جوں مغربی ممالک میں سورج غروب ہوتا جائیگا
ہلال نظر آتا جائے گا۔ اگر کسی وجہ سے کسی مغربی ملک
میں رؤیتِ ہلال نہ بھی ہو سکی ہو تب بھی مغربی ملک پر
لازم ہے کہ وہ مشرقی ملک کی جو اس کے طول بلد میں واقع
ہے، رؤیتِ ہلال عینی کا اعلان سُن کر تسلیم کرے کہ رؤیتِ
ہلال ہو گئی ہے اور اسی کے مطابق عید منائے۔

فرض کرو کہ انڈونیشیا میں رؤیتِ ہلال عینی
کا اعلان کیا گیا ہے تو لازماً مشرقی پاکستان، مغربی
پاکستان، افغانستان، ایران، عرب ممالک اور
افریقی ممالک، یورپی ممالک، امریکی ممالک، ان سب
کو رؤیتِ ہلال تسلیم کر لینی چاہیئے۔ کیونکہ ہو نہیں سکتا کہ

انڈونیشیا والے تو ہلال کو دیکھ لیں اور اس کے مغربی ممالک رؤیتِ ہلال نہ کر سکیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مغربی پاکستان والوں نے رؤیتِ ہلال کر لی ہو اور مشرقی پاکستان والوں نے نہ کی ہو تو چونکہ مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے مشرق میں ہے اسلئے ہو سکتا ہے کہ مشرقی پاکستان میں چاند نے اپنا تقریباً ½ ۲۹ دن کا عرصہ پورا نہ کیا ہو اسلئے وہاں نظر نہ آسکا ہو۔ پس قاعدہ یوں ہوا کہ مشرقی ممالک کی رؤیتِ ہلال عینی کو اس کے تمام مغربی ممالک کو جو اس کے طول بلد پر ہوں تسلیم کر لینا چاہیئے۔ ہاں جہاں رؤیتِ ہلال عینی ہوئی ہو اس سے مشرقی ممالک جو اس کے طول بلد کے مشرق میں ہوں اس رؤیتِ ہلال کو تسلیم کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مشرقی حصہ میں چاند جب سامنے آیا ہو تو اس کا تقریباً ½ ۲۹ دن کا چکر پورا نہ ہو چکا ہو۔ پس اس آخری قاعدہ کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ یہی قاعدہ رؤیتِ ہلال کے متعلق قطعی اور یقینی صورت بتلاتا ہے۔

یاد رہے کہ بعض وقت جو السماء میں ہوا کا اوپر ایسا غلاف بنا ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے ہلال جو باریک ہوتا ہے صفائی سے غلاف والی جگہ پر دکھائی نہیں دے سکتا مگر جہاں یہ صورت نہ ہو وہاں صفائی سے دکھائی دے گا اسلئے جب کسی جگہ کے مشرقی حصہ نے جو اس کے طول بلد کے مشرق میں ہو رؤیتِ ہلال عینی طور پر کر لی ہو تو اس کی بناء پر اس کے مغربی حصہ کے ممالک کو بھی اس کی رؤیتِ ہلال کو تسلیم کر لینا چاہیئے کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ مشرق میں تو رؤیتِ ہلال ہو گئی ہو اور مغرب میں جہاں بعد میں ہلال نظر آتا ہے رؤیتِ ہلال نہ ہو سکے۔ مغربی حصہ میں نظر نہ آنا کسی سماوی وجہ سے ہو گا یا بے احتیاطی سے دیکھنے کی وجہ سے۔ دراصل رؤیتِ ہلال وہاں بھی ہو گئی ہے۔ ہاں جہاں رؤیتِ ہلال ہوئی ہو اس سے مشرقی ممالک جو اس کے طول بلد کے مشرق میں ہوں اس کی رؤیتِ ہلال کے پابند نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مشرق میں چاند اپنا چکر اس وقت پورا نہ کر سکا ہو۔ اس قاعدہ کو سمجھ لینے سے تمام اختلافات رؤیتِ ہلال کے ختم ہو جاتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس جگہ رؤیتِ ہلال عینی ہوا ہو اور اس سے قریب والے مشرق کی طرف طول بلد والی کسی جگہ میں رؤیتِ ہلال نہ ہوا ہو تو لازمی طور پر اس قریب والی مشرقی جگہ پر دوسرے دن غروبِ آفتاب کے بعد رؤیتِ ہلال ہو جائے گی مثلاً سعودی عرب (مکہ مدینہ) میں رؤیتِ ہلال ہوئی ہو اور پاکستان جو سعودی عرب کے مشرق کے قریب میں ہے وہاں اس دن رؤیتِ ہلال نہ ہوئی ہو (کہ چاند جب پاکستان سے گزر رہا ہو گا وہ اپنا چکر پورا نہ کر سکا ہو گا) مگر اگلے دن غروبِ آفتاب کے بعد پاکستان میں لازماً رؤیتِ ہلال ہو گی کیونکہ جب رؤیتِ ہلال کسی جگہ ہو جائے تو اس کے بعد کے تمام ممالک میں رؤیتِ ہلال غروبِ آفتاب کے بعد لازماً ہوتی رہے گی۔ پس یہ کہنا غلط ہو گا کہ سعودی عرب میں تو رؤیتِ ہلال ہوئی مگر پاکستان میں دو دن

کے بعد ہوئی سعودی عرب کی رؤیتِ ہلال کے بعد رؤیتِ ہلال مغربی ممالک میں ہوتی رہے گی اور دوسرے دن غروبِ آفتاب کے بعد ان ممالک میں بھی رؤیتِ ہلال ہوگی جو سعودی عرب کے مشرق کے قریب میں ہیں نہ کہ دو دن کے بعد۔ مشرقی اور مغربی ممالک میں رؤیتِ ہلال کا وقفہ صرف ایک دن کا ہوگا جب یہ مشرقی ممالک ان مغربی ممالک کے قریب کے ہوں گے۔

اب میں حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام پیش کرتا ہوں۔ ایک دفعہ جب کہ قادیان میں کسی کو عید کا چاند نظر نہ آیا تو سب نے اگلے دن روزہ رکھ لیا۔ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گیارہ بجے دن کے الہام ہوا کہ "آج عید ہے چاہو تو کرو یا نہ کرو"۔ حضور نے اُسی وقت حکم دیا کہ سب دوست روزہ کھول دیں اور چونکہ عید پڑھنے کا وقت گزر گیا ہے اسلئے ہم کل عید پڑھیں گے۔ خاکسار بھی اُس دن قادیان میں تھا۔ تمام روزہ داروں نے حضور کے حکم پر روزے کھول دیئے اور دوسرے دن عید کی نماز پڑھی گئی۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ اہتمام فرمایا تھا کہ باہر کی جماعتیں رویتِ ہلال عید کے متعلق حضور کو بذریعہ تار اطلاع دے دیا کریں۔ اور جب قادیان میں رؤیتِ ہلال نہ ہو سکی ہو تو حضور باہر کی تاروں سے فیصلہ فرمایا کرتے تھے اور ان تاروں میں قادیان سے طول بلد کے مشرقی اور مغربی ملکوں کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔ پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بھی اس پر عمل فرمایا کرتے تھے اور تاروں کو مغربی اور مشرقی حصہ ملک میں طول بلد کے مطابق تقسیم کرا کر فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ خاکسار کو بھی کئی موقعوں پر ان تاروں کو قادیان کے طول بلد کے مشرقی اور مغربی حصوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا موقع ملا کرتا تھا اور خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضور ہمیشہ مشرقی ممالک کی تاروں کی بناء پر رؤیتِ ہلال کا فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی سُنّت کے مطابق ہمیں مندرجہ بالا قاعدہ کو رؤیتِ ہلال کے لئے یقینی اور قطعی قرار دینا چاہیئے اور اسی پر عمل کرنا چاہیئے۔

[خاکسار مرزا نذیر حسین چغتائی عفی عنہ (صحابی قبل از ۱۹۰۸ء ریٹائرڈ ہیڈ ٹیچر مدارس قادیان) ولد حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ رضی اللہ عنہ (جو ۳۱۳ صحابہ کبار میں سے تھے) نوا سہ حضرت میاں چراغ دین صاحب رضی اللہ عنہ رئیس اعظم لاہور (جو حضرت مسیح موعودؑ کے بچپن کے رفیق تھے)]

ضروری اعلان

اہلحدیث گروہ اور حکومتِ برطانیہ کی اطاعت

تازہ کتاب "اختلافِ امت کا المیہ" پر ایک نظر!

گزشتہ دنوں، مارشل لاء کے ایام میں، ایک اہلحدیث مولوی حکیم فیض عالم صاحب صدیقی کی کتاب "اختلافِ امت کا المیہ" مطبوعہ چٹان پرنٹنگ پریس لاہور شائع ہوئی ہے۔ مصنف کا انداز اہلحدیثوں کے علاوہ سب فرقوں کے لئے جارحانہ ہے۔ جماعت احمدیہ کے ذکر پر تو وہ تہذیب و شرافت کی تمام حدوں کو تجاوز کر گئے ہیں۔ ایک اقتباس بطور نمونہ درج ہے لکھا ہے:-

"انگریز یوں محسوس کر رہے تھے کہ اہلحدیث یعنی مجاہدین کسی وقت بھی انہیں ہندوستان سے بحرِ ہند میں دھکیل دیں گے ..... انہیں اس بات کی فکر تھی کہ کوئی مولوی جہاد کو حرام قرار دینے کا فتویٰ دے۔ چند مجہول الاحوال مولویوں نے اولوا الامر کی تفسیر میں یہ اعلان تو ضرور کیا کہ انگریزی حکومت کی تابعداری فرض ہے مگر جہاد کے خلاف کسی نے لب کشائی کی جرأت نہ کی گو انگریزوں نے جماعتِ اہلحدیث کے مجاہدین پر وہابیت کی چھاپ لگا کر ان کے خلاف فتووں کے انبار بھی جمع کروا لئے مگر اصل مطلب پھر بھی حل نہ ہوا تھا۔

ان حالات میں انگریزوں کو کسی ایسے شخص کی تلاش ہوئی جو جہاد کو حرام قرار دے کر دیگر مسلمانوں کو بے دست و پا بنا کر رکھ دے انگریزوں کی خوش قسمتی کہ ان ہی ایام میں مرزا مراقی مالیخولیا کی وجہ سے کچھ اناپ شناپ اُگل رہا تھا انہیں جب اس کے حالات کا علم ہوا تو سوچا کہ ان سے بہتر آدمی ملنا مشکل ہے جو ہماری خواہشات پر پورا اتر سکے۔ آخر دورانِ سر کا مریض، دق اور سل کا مارا ہوا، دماغی بے ہوش، پلومر کی ٹانک وائن (ایک قسم کی شراب) برانڈی اور روم کا شیدائی، تیس برس کا پرانا مریض، تشنج کے ہاتھوں لاچار ان کا خود کاشتہ پودا ثابت ہوا اور اس شخص نے انگریزوں کا مقصد پورا کر دکھایا۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ شخص

بعد میں انگریزوں کے معیار پر پورا نہیں اترا۔"
(اختلافِ امت کا المیہ حصہ اول صفحہ ۲۰۲ تا ۲۰۲)

یہ اقتباس ہر احمدی اور ہر منصف مزاج انسان درد بھرے دل سے پڑھے گا۔ ہم نے اسے صرف ع نقلِ کفر کفر نباشد کے طور پر نقل کر دیا ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ اس قسم کے گندے الفاظ اور ناروا اتہامات کے سلسلہ کو اس وقت جبکہ ملک میں مارشل لاء جاری ہے اور استحکامِ مملکت کے لئے باہمی اتحاد کی اشد ضرورت ہے جلد بند کرائے۔

جہاں تک انگریزی حکومت کے ایجنٹ ہونے کا سراسر بے بنیاد الزام ہے اس کا ہم اپنے خاص رسالہ "جہاد نمبر" میں مکمل جواب دے چکے ہیں اس جگہ ہم اہلحدیثوں کے صرف بارہ ۱۲ حوالہ جات درج کرتے ہیں جن سے حکومتِ برطانیہ کے بارے میں ان کا مسلک اور موقف عیاں ہو جاتا ہے۔

حوالہ جات

(۱)

ایڈریس گروہ مسلمانانِ اہلحدیث

بحضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ ملکہ گریٹ برٹن و قیصرۂ ہند بارک اللہ فی سلطنتہا

ہم ممبران گروہ اہلحدیث اپنے گروہ کے کُل اشخاص کی طرف سے حضور بالا کی خدمتِ عالی میں جشن جوبلی کی دلی مسرت سے مبارکباد عرض کرتے ہیں برٹش رعایائے ہند میں سے کوئی فرقہ ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں اس مبارک تقریب کی مسرت جوش زن نہ ہوگی اور اس کے بال بال سے صدائے مبارکباد نہ اٹھتی ہوگی مگر خاص کر فرقہ اہلِ اسلام جس کو سلطنت کی اطاعت اور فرمانروائے وقت کی عقیدت اس کا مقدس مذہب سکھاتا اور اس کو ایک فرضِ مذہبی قرار دیتا ہے اس اظہارِ مسرت اور ادائے مبارکباد میں دیگر مذاہب کی رعایا سے پیش قدم ہے۔ علی الخصوص گروہ اہلحدیث منجملہ اہلِ اسلام اس اظہارِ مسرت و عقیدت اور دعائے برکت میں چند قدم اور بھی سبقت رکھتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جن برکتوں اور نعمتوں کی وجہ سے یہ ملک تاجِ برطانیہ کا حلقہ بگوش ہو رہا ہے از انجملہ ایک بے بہا نعمتِ مذہبی آزادی ہے یہ گروہ ایک خصوصیت کے ساتھ اپنا نصیبہ اٹھا رہا ہے۔

وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اس سلطنت میں حاصل ہے بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے۔ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارکباد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔

ہم بڑے جوش سے دعا مانگتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ حضور والا کی رعایا کے تمام لوگ حضور کی وسیع حکومت

میں امن اور تہذیب کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔"
(رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۹ صفحہ ۲۰۵-۲۰۶)

(۲)

مسلمانوں کا فرض ہے کہ گورنمنٹ کے وفادار رہیں

انجمن حمایت اسلام لاہور کا اعلان

رپورٹ انجمن حمایت اسلام اپریل ۱۹۰۲ء میں لکھا ہے :-

"جو جو سختیاں ہند پر پہلے عہدوں میں اور خاص کر مسلمانانِ پنجاب پر سکھوں کے زمانہ میں ہوئیں ان کے ابھی تک ہمارے بزرگ جو اس وقت موجود تھے گواہ ہیں۔ مسلمانوں کو چین سے بیدار ہونا تو درکنار نماز پڑھنے تک کی اجازت نہیں تھی۔ جہاں کسی مسلمان نے اذان دی سکھوں کا جھگڑا ہو گیا اور پکڑ کر [illegible] مسلمانوں کے تکے توڑے، بوٹیاں [illegible]ا دیں، چمڑا ادھیڑ دیا، غرضیکہ ایسے ایسے عذاب مسلمانوں کو پہنچتے تھے جن کے بیان کرنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہزار ہزار شکر ہے خدا کی جناب کا کہ انہوں نے ہم ضعیف الخلقت لوگوں کو جنہیں تھوڑا بہت ایمان ہے تو بھی کافروں کی طرح زندگی بسر کرنی پڑتی تھی، ان سختیوں سے رہا کر کے ایسی عادل اور منصف حکومت کے ماتحت کر دیا ہے کہ جسے خود ہماری ترقی کا ہر وقت خیال رہتا ہے اور باوجود مختلف المذاہب ہونے کے ہمیں ہر طرح کی آزادی دے رکھی ہے۔ سرکار کے جو جو احسانات ہم مسلمانوں پر اور عام رعایا پر ہیں ان کی تحریر کے واسطے تو ایک دفتر بھی کافی نہیں۔ جدھر نگاہ ڈالو امن اور آسائش، خیالات کی آزادی، لوگ چین سے زندگی بسر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں اور ان عنایاتِ گورنمنٹ کے عوض میں ہمارا فرض ہے کہ ہم گورنمنٹ کے ہمیشہ وفادار رعایا بنے رہیں اور مسلمانوں کو تو دوہرا فائدہ ہے، رعایا ہونے کا حق علیحدہ ادا، ثواب کا ثواب۔ کیونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں تعلیم دی ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ خدا اس سلطنت کو مدت تک ہمارے سروں پر

قائم رکھے جس کے سایۂ عاطفت میں اتنا اُدام پایا اور ہمیشہ ہم کو اس کا تابعدار رکھے۔"

(۳)

حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا اعلان

"مولانا اسماعیل شہیدؒ کا سکھوں سے ان کی مذہب اسلام میں دست اندازی کے سبب جہاد تھا۔ اسی جہاد کی ترغیب کے لئے وہ خطبہ انہوں نے بنایا تھا۔ گورنمنٹ انگلشیہ سے نہ اُن کا جہاد تھا اور نہ اس گورنمنٹ سے جہاد کا اس خطبہ میں صراحتًا یا کنایۃً ذکر ہے۔ بلکہ اس گورنمنٹ سے وہ جہاد کرنے کو ناجائز سمجھتے تھے اور یہ امر برملا کلکتہ میں کہہ چکے تھے!

(۴)

مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی کا فتویٰ

"مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے اصل معنی جہاد کے لحاظ سے بغاوت ۱۸۵۷ء کو شرعی جہاد نہیں سمجھا بلکہ اس کو بے ایمانی و عہد شکنی و فساد و عناد خیال کر کے اس میں شمولیت اور اس کی معاونت کو معصیت قرار دیا۔"

(اشاعۃ السنۃ جلد ۹ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۸۸)

(۵)

شیخ الکل سید نذیر حسین صاحب دہلوی لکھتے ہیں:-

"جبکہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کا یہاں کرنا سبب ہلاکت اور معصیت ہوگا۔"

(فتاویٰ نذیریہ جلد ۴ صفحہ ۴۷۲ مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس طبع اول ——— ایضاً صفحہ ۲۷ تا ۲۹)

(۶)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈووکیٹ اہلحدیث نے لکھا:-

"مسلمان رعایا کو اپنی گورنمنٹ سے خواہ وہ کسی مذہب یہودی، عیسائی وغیرہ پر ہو اور اس کے امن و عہد میں وہ آزادی کے ساتھ شعائر مذہبی ادا کرتی ہو، لڑنا یا اس سے لڑنے والوں کی جان و مال سے اعانت کرنا جائز نہیں۔ بنا ءً علیہ اہل اسلام ہندوستان کے لئے گورنمنٹ انگریزی کی

مخالفت و بغاوت حرام ہے۔"
(اشاعۃ السنۃ جلد ۱ نمبر ۱ صفحہ ۲۸)

(۷)

ایڈیٹر چٹان ڈپٹی نذیر احمد صاحب مرحوم کے بارہ میں لکھتے ہیں :-

"جن لوگوں نے حوادث کے اس زمانہ میں نسخ جہاد کی تاویلوں کے علاوہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کا مصداق انگریزوں کو ٹھہرایا، ان میں مشہور انشاء پرداز ڈپٹی نذیر احمد کا نام بھی ہے .... انہوں نے قرآن مجید کے ترجمے میں انگریزوں کو پہلی دفعہ اولوا الامر قرار دیا ہے اور ان کی اطاعت کو اللہ اور رسول کی اطاعت سے مستلزم .... دیکھو داستان تاریخ اردو مصنفہ حامد حسن قادری صفحہ ۹۵"
(کتاب عطاء اللہ شاہ بخاری صفحہ ۱۲۵)

(۸)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ لکھتے ہیں :-

"اس گورنمنٹ سے لڑنا اور ان سے لڑنے والوں کی (خواہ ان کے بھائی مسلمان کیوں نہ ہوں) کسی طرح سے مدد کرنا صریح غدر اور حرام ہے۔ اس نتیجہ کو ناواقف اہل اسلام ملاحظہ فرما کر پیش نظر رکھیں اور صرف کفر کی نظر سے ہر ایک مخالف مذہب سے جنگ و مقابلہ کرنے کو شرعی جہاد نہ سمجھ لیا کریں۔ عہد و امن والوں سے لڑنا ہرگز شرعی جہاد (ملکی ہو خواہ مذہبی) نہیں ہو سکتا ہے بلکہ عناد و فساد کہلاتا ہے مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گنہگار اور بحکم قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی بدکردار تھے۔"
(اشاعۃ السنۃ جلد ۹ نمبر ۱ صفحہ ۲۰/۴۸)

(۹)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لکھتے ہیں :-

"اگر ہم ذرا غور و تدبّر سے کام لیں اور یہ خیال کریں کہ ہمارا اس سلطنت کے لئے دُعا کرنا اور ان برکات، امن آزادی مذہبی و اسباب ترقی کی نظر سے جن سے ہماری دین و دنیا کو

مدد پہنچتی ہے تو اس سلطنت کیلئے دعاءِ برکت و سلامت نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔ کیونکہ یہ دعا درحقیقت اپنے ہی مذہب و حسنِ معاشرت کے لئے ہے جس کی ضرورت میں کسی کو شک نہیں ہے۔"
(اشاعۃ السنۃ جلد ۹ نمبر ۸ صفحہ ۲۳۴)

—(۱۰)—

اہلحدیثوں نے حکومتِ برطانیہ کو اسلامی سلطنتوں سے بہتر قرار دیا

ایڈیٹر صاحب اشاعۃ السنۃ لکھتے ہیں:۔
"ہندوستان کے تمام طبقات رعایا سے صرف ایک یہی فرقہ اہلحدیث ہے جو اس سلطنت کے زیرِ سایہ رہنے کو بلحاظ امن و آزادیٔ مذہبی اسلامی سلطنتوں کے زیرِ سایہ رہنے سے بھی بہتر جانتا ہے کیونکہ اس فرقہ کو بجز اِس سلطنت کے کسی اَور سلطنت میں (اسلامی کیوں نہو) پوری آزادی حاصل نہیں ہے۔"
{اشاعۃ السنۃ جلد ۹ ص صفحہ ۱۹۵-۱۹۶}

—(۱۱)—

مولوی مسعود عالم صاحب ندوی لکھتے ہیں:۔
"ہندوستان کی جماعت اہلحدیث ..... کے سرکردہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ..... نے سرکار انگریزی کی اطاعت کو واجب قرار دیا ..... جہاد کی منسوخی پر ایک رسالہ (الاقتصاد فی مسائل الجہاد) فارسی زبان میں تصنیف فرمایا تھا، اور مختلف زبانوں میں اس کے تراجم بھی شائع کرائے تھے۔ معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضے میں سرکار انگریزی سے انہیں جاگیر بھی ملی تھی۔"
(کتاب ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک صفحہ ۲۹)

—(۱۲)—

مسلمانانِ ہند اور انگریزی حکومت سے تعلقات

مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر "زمیندار" لاہور کا ایک بیان

"اگر خدانخواستہ گورنمنٹ انگلشیہ کی کسی مسلمان طاقت سے اَن بن

ہو جائے تو مسلمانانِ ہند اوّل تو آخر وقت تک گورنمنٹ سے یہی التجا کریں گے کہ وہ اس جنگ سے محترز رہے اگر ان کی استدعا شرفِ پذیرائی حاصل نہ کرے اور گورنمنٹ کو لڑائی کے بغیر اپنی مصلحتوں کی بناء پر چارہ نہ رہے تو ایسی حالت میں مسلمانوں کو اسی طرح سرکار کی طرف سے جلتی آگ میں کود کر اپنی عقیدتمندی ثابت کرنی چاہیے جس طرح سرحدی علاقہ اور صومالی لینڈ کی لڑائیوں میں مسلمان فوجی سپاہیوں نے اپنے مذہبی اور قومی بھائیوں کے خلاف جنگ کر کے اس بات کا بارہا ثبوت دیا ہے کہ اطاعت اولی الامر کے اصول کے وہ کس درجہ پابند ہیں۔"

(اخبار زمیندار ۱۲ر نومبر ۱۹۱۱ء)

اِن حوالہ جات اور اہلحدیثوں کے تاریخی مسلک، ترکِ جہاد اور اطاعتِ حکومتِ برطانیہ، کو جاننے والا کوئی احمق شخص ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ اتنے بڑے بڑے اہلحدیث صنادید علماء کے اِن عقائد و اعمال کے ہوتے ہوئے انگریزوں کو حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو قادیان کے گمنام اور دُور افتادہ گاؤں میں تلاش کرنے کی ضرورت تھی۔

ہم مصنف کتاب سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ جب آپ کی جماعت کے یہ سب بزرگ انگریزوں کی اطاعت و محبت میں فنا ہو رہے تھے اور ترکِ جہاد کی تلقین کر رہے تھے تو انگریزوں کو ان سے کیا خطرہ تھا اور انہیں کیا ضرورت تھی کہ ایک "غریب اور گمنام شخص" کو جو بقول آپ کے بیمار اور نااہل تھا انتخاب کرتے۔ کیا یہ سارے واقعات آپ کے الزام کو سراسر جھوٹا ثابت نہیں کر رہے؟ خدا کے لئے کذب و افتراء اور بدزبانی سے پرہیز فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق بخشے۔ آمین +

(محترم جناب میجر منظور احمد صاحب لاہور)

عرب عجم کے عالمو   اے بحر و بر کے حاکمو
خرد پسند جاہلو   اے ہوشیار غافلو
جوان و پیر و طفلکو   ذرا سی دیر کو رکو
فقیر کا سلام لو   بنامِ کبریا سنو
جمالِ یار کی قسم   دلِ فگار کی قسم
"قسم ہے کائنات کی"   قسم ہے شش جہات کی
امام نے بتا دیا   یہ برملا سنا دیا
کہ یورپ اور ایشیا   ہیں سرکش اور فتنہ زا
برائیوں سے مست ہیں   بڑے ہی شر پرست ہیں
عجیب ان کا ہے چلن   ہیں کبر میں یہ اہرمن
ہے شرک ان کا بانکپن   ہیں ماہرانِ مکر و فن
یہود و روس و امریکہ   ہیں غرقِ موجۂ گنہ
یہ زرد اور سیاہ بھی   سفید رخ کلاہ بھی
اگرچہ پُر غرور ہیں
سفالِ بے شعور ہیں
خدا یہ دیکھتا گیا   مگر وہ پھر بھی چپ رہا
غضب میں اب وہ آئیگا   تجلیاں دکھائیگا
ڈرانے والے نے کہا   کہ ہو چکا ہے فیصلا
کوئی بھی ساختہ خدا   نہ ان کے کام آئیگا

خراب ہوں گی بستیاں   بنیں گی ایسی بستیاں
تلاش کرتے جائیں گے
کہیں نہ ڈھونڈ پائیں گے
خلیفۂ مسیح بھی   برائے ہوش و آگہی
جہان کو سنا چکے   سفر سے ہو کے آ چکے
کہا یہ انتباہ ہے   بہت بری یہ راہ ہے
اگر یہی چلن رہے   فساد میں مگن رہے
تو سُن لو آج بے گماں   کہ تاک میں ہے آسماں
تمہاری حکمرانیاں   تمہاری سرگرانیاں
تمہاری زرفشانیاں   بنیں گی سب کہانیاں
اماں نہ پاؤ گے کہیں   نہ راہ دے گی یہ زمیں
ہو تم جو چاند کے مکیں   بنو گے بوریا نشیں
یہ عشرتوں کی داستاں   حریر اور پرنیاں
فلک کا نیلگوں سماں   خلاؤں کے یہ رازداں
یہ مہر تاب روشنی   یہ ماہ کی بھی دلکشی
حسین ٹھنڈی چاندنی   گلوں کی بوئے دلبری
فضاؤں میں رچی ہوئی   خیالوں میں بسی ہوئی
یہ نغمگی یہ سرخوشی   رواں دواں یہ زندگی
"قسم ہے کائنات کی"   قسم ہے شش جہات کی

تم اُن کو بھول جاؤ گے

نشان بھی نہ پاؤ گے

مگر وہ ربِّ دو جہاں — جو خلق کا ہے پاسباں
اگرچہ قہرمان ہے — بڑا ہی مہربان ہے
متین ہے عظیم ہے — رحیم ہے۔ کریم ہے
گرفت میں ہے سخت تر — غضب میں دھیما ہے مگر
وہ چشمِ تر کو دیکھ کر — دُعا کو دیتا ہے اثر
فزوں ہو دل کی بیکلی — تو دے سکونِ سرمدی
خدا کا یہ کلام ہے — یہ جانفزا پیام ہے

گھڑی یہ ٹل بھی جائے گی
یہ رات ڈھل بھی جائے گی

بڑھے گا پھر یہ قافلہ — بتا رہا ہے 'نافلہ'
بڑھے گا۔ بڑھتا جائیگا — کوئی نہ روک پائیگا
جہانِ ہست و بود پر — مظاہرِ وجود پر
یہود پر ہنود پر — زمیں کی حدود پر
اُٹھے گا ایک ہی عَلَم — چلے گا ایک ہی قلم
قلم ہے وہ محمدی — عَلَم ہے وہ محمدی
وہ زارِ روس کا عصا — وہ برکتوں بھری قبا
صلیب کی شکستگی — کلیسیا کی خستگی
صداقتِ امام پر — گواہی دے گی سربسر

خدا کا یہ کلام ہے
یہ جانفزا پیام ہے

○

جلسہ سالانہ کے ایمان پرور نظارے

(مکرم خواجہ عبدالمومن صاحب ربوہ)

جلسہ میں عجب دیکھے نگاہوں نے نظارے
ہر سمت بہے جاتے تھے انوار کے دھارے

رحمت کی گھٹا چھائی تھی ربوہ کی فضا پر
برکاتِ خداوندی سے معمور تھے سارے

ہر آن وہاں ذکرِ خدا رہتا تھا جاری
دل زندہ تھا قرآں کی دعاؤں کے سہارے

سنتے تھے بڑے غور سے عرفان کی باتیں
پیتے تھے مئے عشقِ مسیحا کے دلارے

اِک چاند سے مکھڑے پہ نظر پڑتی تھی جونہی
ہو جاتے تھے قربان وہاں عشق کے مارے

اللہ کی محبت کا عجب رنگ عیاں تھا
سب شکر کے جذبات سے مخمور تھے پیارے

ربوہ میں یہ دن تھے صد انوار کے حامل
مومن نہیں بھولا ابھی جلسہ کے نظارے

کفنِ مسیحؑ

(محترم سید کمال یوسف صاحب فاضل مبلغ سکینڈے نیویا کے قلم سے)

[احادیث نبویہ میں مسیح موعود کا اہم کام کسرِ صلیب قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:-

"اس پیشگوئی میں یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائے گی تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائے گی لیکن نہ کسی جنگ اور لڑائی سے بلکہ محض آسمانی اسباب سے جو علمی اور استدلالی رنگ میں دنیا میں ظاہر ہوں گے۔" (کتاب مسیح ہندوستان میں صلا)

احباب کرام اس اقتباس کی روشنی میں محترم سید کمال یوسف صاحب سابق امام مسجد کوپن ہیگن ڈنمارک کا درج ذیل قیمتی اور تحقیقی مقالہ جو مجلس ارشاد ربوہ ۱۰ر جنوری ۱۹۷۰ء میں پڑھا گیا بغور مطالعہ فرمائیں ـــــ ایڈیٹر)

اس وقت اٹلی کے شہر ٹورینو کے بڑے گرجا میں "متبرک کفن مسیح" کے نام سے ایک کپڑا محفوظ ہے۔ اس کپڑے کو "کفن" کہنا حقیقت کے خلاف ہے مگر ضرورۃً ایسا کہا گیا ہے۔ ہر ۳۲ سال کے بعد اس کی نمائش کی جاتی ہے۔ اس کا رنگ سفید ہے۔ دمشقی طرز کا سوتی ہے۔ تقریباً ۴ گز لمبا اور ایک گز چوڑا

پومپی آئی سے جو کپڑے دستیاب ہوئے ہیں ان کپڑوں سے اس کپڑے کی تان بانی ملتی ہے۔ حضرت مسیح کے دو مخلص غیر معروف حواری تھے ایک طبیب نکودیمس جو کبھی ایس قرقرکے رکن تھے اور دوسرے آرمیتیا کے رئیس (جو یہودیوں کی کونسل کے رکن تھے)۔ ان دونوں نے مل کر ایک کپڑے کو پچاس سیر مُر، عنبر اور بعض دیگر ادویات میں بھگو کو حضرت مسیح ناصری کے مبارک جسم کو صلیب سے اُتار کر اس میں لپیٹا۔ یہ واقعہ ۶ اپریل چاند کی پندرھویں تاریخ بروز جمعہ عصر کے وقت ہوا۔ حضرت مسیح کی عمر اس وقت تینتیس ۳۳ پینتیس ۳۵ سال کے قریب ہوگی۔ (غالباً اسی وجہ سے اس کپڑے کو ہر ۳۲ سال کے بعد دکھایا جاتا ہے)

تین سو سال تک یہ کپڑا اصحاب کہف کی پناہ گاہ میں محفوظ رہا۔ (ابتدائی چار سو سال تک اصحاب کہف کے عیسائیوں میں مذہب کی امتیازی علامت مچھلی کی تصویر ہوتی تھی۔ حضرت مسیح ناصریؑ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑیں حضرت یونسؑ والا نشان دیکھ کر ان کو قبول کریں گی۔ اس علامت کے

ؑ مسیحیوں کی ایسٹر کی تقریب کے موقعہ پر یہ مضمون بطور تحفہ پیش ہے۔

متعلق قبرص کے ایک آرک بشپ St. Epiphanius نے لکھا ہے کہ "مچھلی حضرت مسیح کی دوبارہ زندگی کی طرف اشارہ ہے ـــــ حضرت یونس کی مچھلی جس سے وہ تیسرے دن نکلے" اصحاب کہف اور ابتدائی عیسائیوں نے صدیوں تک صلیب کے نشان کو مسیحیت کا امتیاز نہیں بنایا۔ جب وہ مچھلی کے نشان کو بھول گئے تب صلیبی موت کے غلط عقیدہ نے بھی پھیلنا شروع کیا)

اصحاب کہف سے نکل کر ۳۱۲ء میں بیت المقدس میں یہ کپڑا دیکھا گیا۔ ۴۳۱ء میں ملکہ معظمہ Eudaxia نے Council of Ephesus کے بعد اس کپڑے کو جب کہ وہ بیت المقدس کی زیارت کے لئے گئیں آچرچ کے لئے حاصل کیا۔

۴۳۱ء سے لے کر ۱۲۰۴ء یعنی چوتھی صلیبی جنگ تک یہ کپڑا استنبول میں رہا۔

استنبول میں یہ روایت بھی عام ہے کہ شہر کے وسط میں ایک ستون کے نیچے حضرت مسیح کی صلیب دفن ہے۔ اسی طرح موجودہ ترکی کے صوبہ Ephesus کے کھنڈرات میں حضرت یوحنا (جو حضرت مسیح کی صلیب کے واقعہ کے وقت حاضر تھے اور جن کے سپرد حضرت مسیح نے اپنی والدہ کو کیا) کی قبر ملی ہے جس کی تصدیق پوپ نے بھی کی ہے۔ اور اس کے قریب ہی جو پہاڑیوں اور چشموں کا علاقہ ہے حضرت مریم کے مکان کے نام سے ایک پرانا مکان بھی ہے۔

۱۲۰۴ء اور ۱۲۶۱ء کے درمیان کسی وقت یہ کپڑا استنبول سے مغرب کی طرف منتقل ہو گیا اور فرانس اور بلجیم کے درمیان چکر کھانے لگا۔

۱۳۲۹ء تک یہ کپڑا Besancon (فرانس) کے پاس رہا اور آگ سے ضائع ہوتے ہوتے بچا۔ اس کے بعد ۱۰۰ سال تک House of Charny کی تحویل میں رہا۔

۱۴۵۲ء میں اس کو Duke of Savoy جو اطالوی شاہی خاندان کے چشم و چراغ تھے پیش کیا گیا۔

۱۵۷۸ء کو Duke of Savoy کی دوسری رہائش گاہ اٹلی کے شہر ٹورینو لے جایا گیا۔ جہاں یہ کپڑا اب تک بڑے گرجا میں محفوظ ہے اور ہر ۳۳ سال کے بعد اس کی نمائش ہوتی ہے۔

اس کپڑے پر ایک لمبی تحقیق کے بعد مارچ ۱۹۵۷ء کو ایک کتاب جرمن زبان میں Kurt Berna کے قلمی نام سے "کفن مسیح" کے عنوان سے لکھی گئی۔ اس کتاب میں حضرت مسیح کے واقعہ صلیب کے بعد کی زندگی پر "کفن مسیح" سے اخذ کردہ تصویری اور طبی شہادتوں کا انکشاف کیا گیا۔ اس کے بعد ایک اور کتاب Kurt Berna نے اسی موضوع پر جرمن زبان میں لکھی۔ ۱۹۶۲ء میں "حضرت مسیح کے مسئلہ وفات پر جرح" کے عنوان سے Ghon Relion نے ایک کتاب کفن مسیح پر لکھی ـــــ Berna دراصل Relion کے قلمی نام کو الٹ پھیر کر ایک دوسرا قلمی نام معلوم ہوتا ہے جس کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی ہوا۔ یہ تینوں کتابیں ربوہ میں موجود ہیں۔ اس مقالہ کی بنیاد انہی کتابوں پر ہے۔

اس کپڑے پر باقاعدہ تحقیق ۱۸۹۸ء میں شروع ہوئی جبکہ اٹلی کے ایک وکیل (Pia) پی آ نے اس کپڑے کی تصویریں لے کر اس کو develop کیا اور اس کے نیگیٹیو کو دھوپ کی روشنی میں دیکھا تو اس کی حیرانی کی حد نہ رہی کہ نیگیٹیو میں حضرت مسیح کی شبیہہ مبارک تھی جس کو ۱۹۰۰ سال سے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔

یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کپڑے کو دو ہزار سال تک کیوں محفوظ رکھا اور محفوظ رکھنے کے بعد حضرت مسیح کے صلیب سے زندہ اترنے کی جس شہادت کا اعلان یہ کپڑا اب کر رہا ہے کو کیوں ۱۸۹۸ء تک پردۂ اخفاء میں رکھا ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۲۰ نومبر ۱۸۸۲ء کو یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کہہ کر بذریعہ الہام وفاتِ مسیح ناصریؑ کی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ ۱۸۹۵ء کو حضورؑ نے قبر مسیحؑ کے متعلق انکشاف فرمایا کہ یہ سرینگر محلہ خانیار میں موجود ہے۔

۱۹۰۱ء کے ملفوظات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

"جرمنی میں ایسے مسیحی بھی ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں مرے۔"

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۲۹۱)

قبر مسیحؑ کے متعلق ایک تفصیلی رسالہ حضورؑ نے ۱۸۹۹ء میں "مسیح ہندوستان میں" کے عنوان سے لکھا اس کتاب میں حضورؑ مرہم عیسیٰ کے انکشاف کے متعلق جو اس کپڑے سے ملتی جلتی شہادت ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ مرہم ایسا واقعہ مشہورہ تھا کہ کوئی فرقہ اور کوئی قوم اس سے منکر نہ ہو سکی ہاں جب تک وہ وقت نہ آیا جو مسیح موعود کے ظہور کا وقت تھا اُس وقت تک ان تمام قوموں کے ذہن کو اس طرف التفات نہیں ہوئی کہ یہ نسخہ جو صدہا کتابوں میں درج اور مختلف قوموں کے کروڑہا انسانوں میں شہرت یاب ہو چکا ہے اس سے کوئی تاریخی فائدہ حاصل کریں۔ پس اس جگہ ہم بجز اس کے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ خدا کا ارادہ تھا کہ وہ چمکتا ہوا حربہ اور وہ حقیقت نما برہان کہ جو صلیبی اعتقاد کا خاتمہ کرے اس کی نسبت ابتداء سے یہی مقدر تھا کہ مسیح موعود کے ذریعہ سے دنیا میں ظاہر ہو۔ کیونکہ خدا کے پاک نبیؐ نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ صلیبی مذہب نہ گھٹے گا اور نہ اس کی ترقی میں فتور آئے گا جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں ظاہر نہ ہو اور وہی ہے جو کسرِ صلیب اس کے ہاتھ پر ہوگی۔ اس پیشگوئی میں یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائیگی تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری

ہو جائے گی۔" (صـ۶۲)

"پس ضرور تھا کہ آسمان ان امور اور ان شہادتوں اور ان قطعی اور یقینی ثبوتوں کو ظاہر نہ کرتا جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں نہ آتا۔ اور ایسا ہی ہوا۔" (مسیح ہندوستان میں صـ۱۱)

حضور کے اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ کیوں ۱۸۹۸ء سے قبل یہ شہادت کپڑے میں ہی ملفوف رہی۔ Reban کی تحقیق سے دو باتیں اس کپڑے سے قطعی طور پر ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) "جس وقت حضرت مسیح کے پاک جسم کو صلیب سے اتار کر اس کفن میں لپیٹا گیا تو اس دوران حضرت مسیح کا دل حرکت میں تھا۔"

(۲) "جب حضرت مسیح کا جسم اس کفن میں لپیٹ دیا گیا تو اس کے بعد بھی حضرت مسیح کے دل کا عمل جاری رہا۔" (صـ۳۵)

اس کپڑے کو جراثیم کش بنانے کے لئے مُر اور مصبر سے ملوث کیا گیا تھا اور جب یہ کپڑا حضرت مسیح کے ننگے جسم سے چھوا تو جسم کی گرمی اور رطوبت اور ان دوائیوں کے کیمیائی تاثر سے کپڑے میں وہ کیفیت پیدا ہو گئی جو کیمرہ کی خشک نیگیٹو پلیٹ میں ہوتی ہے جو چیز بھی اس کے سامنے عکس ڈالے گی وہ اس پلیٹ پر منعکس ہو جائے گی۔ جب حضرت مسیح کو اس میں لپیٹا گیا تو یہ کپڑا حضرت مسیح کی جسمانی حالت کی منہ بولتی تصویر بن گیا اور جس طرح حضرت مسیح صلیب سے پہلے حکیمانہ تمثیلوں میں باتیں کرتے تھے اسی طرح حضرت مسیح کا کپڑا بھی تصویری زبان میں طبی تحقیق کی روشنی میں حضرت مسیح کے صلیب پر سے زندہ اُترنے کی اہم صداقت کا اعلان بن گیا۔

اس کپڑے میں آئی ہوئی تصاویر کا محققانہ مطالعہ مصنف کے نزدیک دس حقائق پیش کرتا ہے۔

(۱) ایک تو ان تصاویر سے ۱۸۲-۱۸۶ سنٹی میٹر قد آور بے عیب صحتمند انسان کا جسم ظاہر ہوتا ہے (Lentulus جو شہنشاہ Tiberius کا کونسل تھا کے بیان کے مطابق حضرت مسیح کی شبیہ مبارک یوں ہے۔ کانوں تک سیدھے پھر کانوں سے نیچے ہلکے گھنگھر کی طرف مائل کندھوں تک لمبے بال اور درمیان سے مانگ نکلی ہوئی) چہرہ پر مونچھیں اور داڑھی ہے۔

(۲) پیشانی پر (کانٹوں کے تاج کا) خفیف زخم جس سے تازہ لہو بہہ رہا ہے۔ جب حضرت مسیح کو صلیب سے اُتارا گیا تو اُس وقت کانٹوں کے تاج کو بھی سر پر سے اُتارا گیا۔ اب لیٹنے کی حالت میں پیشانی جسم کا سب سے اونچا حصہ تھا جو دل سے بلندی پر تھا۔ معلوم ہوا کہ دل حرکت میں تھا اور خون کے دباؤ سے خون بلندی کی طرف پمپ ہو کر چڑھا اور پھر وہ کپڑے میں جذب ہوا۔ اگر دل کام نہ کرتا تو ہرگز

تازہ خون نہ نکلتا اور پہلے کا جما ہوا خون کپڑے میں جذب نہ ہو سکتا تھا اور جسم کے ٹھنڈے ہونے کی وجہ سے جسم کی تصویر بھی کپڑے میں مرتسم نہ ہو سکتی۔

(۳) سر کے پچھلے حصہ میں (کانٹوں کے تاج کے) زخم سے تازہ بہتا ہوا خون۔ سر کا پچھلا حصہ بھی دل سے بالا تھا اور اس پر لمبے بال تھے اگر تازہ خون نہ بہتا تو پرانا خون جو جم چکا تھا بالوں سے نکل کر کپڑے میں نہ آتا۔

(۴) چہرے پر جسمانی اذیت اور درد کے نمایاں نقوش۔ کپڑے میں یہ نقوش اتنے واضح اور فطرتی ہیں کہ کسی ماہر آرٹسٹ کے لئے ان کا بنانا ممکن نہیں۔ پھر یہ نقوش منفی ہیں جس کا ظاہر کرنا اور بھی مشکل ہے۔ اگر آرٹسٹ برش یا پنسل سے بناتا تو برش کے نشان کپڑے پر بھی ظاہر ہوتے۔ مگر کپڑے پر کسی برش کا نشان نہیں۔

(۵) سوجا ہوا بایاں کلہ۔

(۶) کلائی کے خاتمہ پر ہتھیلی کے موٹے حصہ کے گوشت میں کیل ٹھونکنے کے نشان۔ حضرت مسیح کی روایتی تصاویر میں کیل ہتھیلی کے وسط میں دکھایا گیا ہے۔ اگر کسی آرٹسٹ نے تصویر بنائی ہوتی تو وہ بھی روایت کی تصدیق میں تصویر کھینچتا۔ نیز کفن میں ہاتھ پیشانی کی طرح دل سے اوپر رکھے گئے مگر پھر بھی تازہ خون بہنے کے نشان موجود ہیں۔ اسی طرح کلائی پر خون کے سرخ نشان۔

(۷) بائیں پہلو میں پانچویں اور چھٹی پسلی کے درمیان $4\frac{1}{4}$ Cm لمبا اور $1\frac{1}{2}$ Cm چوڑا بھالے کے داخل ہونے کا زخم اور دوسری پسلی سے بھالے کے باہر آنے کا زخم۔ بھالا کہیں بھی دل کے حلقہ میں داخل نہیں ہوا۔

عیسائیوں کے نزدیک بھالا حضرت مسیحؑ کے دل میں لگا اور وہاں سے خون اور پانی بہلا اور پانی اس وقت بہتا ہے جب خون کی ہیئتِ ترکیبی تبدیل ہو کر پانی کی صورت اختیار کر لے اور خون میں یہ تبدیلی وفات کے بعد ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ پس پانی کا نکلنا عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیحؑ کے صلیب پر فوت ہونے کی دلیل ہے۔ پانی اور خون کے سلسلہ میں مصنف نے ایک بات یہ پیش کی ہے کہ حضرت مسیحؑ کو مزعومہ صلیبی موت کے ایک گھنٹہ کے اندر اندر بھالا مارا گیا اور موت کے ایک گھنٹہ کے بعد خون کی ہیئتِ ترکیبی میں انقلاب نہیں آتا۔ چنانچہ جنگِ عظیم ثانی میں زخمیوں کو ایسے مُردوں سے خون دے کر دیا جاتا رہا جن کی وفات پر ایک گھنٹہ گزر چکا تھا اس لئے اگر حضرت مسیحؑ فوت بھی ہو چکے ہوتے اور بھالا بھی دل میں ہی لگا ہوتا تب بھی خون کے ساتھ پانی کا نکلنا ممکن نہ تھا۔ پانی کے نکلنے سے حضرت مسیحؑ کی وفات کی دلیل تو خود بخود پانی پانی ہو جاتی ہے۔ البتہ بھالا پھیپھڑوں میں لگا تھا اور پانی وہاں سے نکلا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے انجیل کے بیان "خون اور پانی" کے بہنے کو محاورہ پر محمول کر کے

اس کے صحیح سیال خون نکلنے کے [illegible] یعنی خون جس طرح سیال ہو وہ زندگی پر دلالت کرتا ہے۔ کسی نے یہ بھی توجیہ کی ہے کہ حضرت مسیح کے جسم پر کوڑوں کے زخم تھے جو بھر چکے تھے۔ جب بھالے سے چھید لگا تو وہاں سے پانی نکل پڑا۔ بہرحال کوئی بھی توجیہ کی جائے دو باتیں واضح ہیں۔ پہلی بات تو مصنف کی تصویری تحقیق سے واضح ہے کہ بھالا دل میں نہیں لگا کیونکہ مسیح صلیب پر ہاتھ اوپر لٹکائے ایسے لٹکے ہوئے تھے کہ بھالا دل کی طرف گیا ہی نہیں۔ دوسری بات جو سب بیانوں میں قدرِ مشترک ہے وہ یہ ہے کہ جب خون نکلا تو وہ بہا اور سیال خون اس بات کی دلیل تھی کہ دل عمل کر رہا تھا اور پہلو سے خون بہنا حضرت مسیح کے دنیا کے انسانوں کے گناہوں کے لئے خون بہا ہونے میں سندِ سکندری بن کر رہ گیا کیونکہ خون بہنا زندگی کی دلیل ہے۔

(۸) کوڑوں کی ضرب سے نکلا ہوا خون۔

(۹) دائیں ٹانگ سکڑی ہوئی ہے اور بائیں ٹانگ لٹکی ہوئی ہے کیونکہ پاؤں کے سہارے کے لئے مصلوب کے پاؤں کے نیچے ایک ٹیڑھی لکڑی ہوتی تھی۔ حضرت مسیح [illegible] اوپر پاؤں ٹکائے ہوئے ہیں (بعض لوگوں کا یہ اعتراض کہ حضرت مسیح تھوڑے سے لنگڑے تھے اس حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے)۔

(۱۰) پاؤں سے خون کا بہنا (پاؤں کے اوپر اور تلوؤں کے نیچے)۔

Kurt Berna یا اس کے تبدیل شدہ قلمی نام Rehan Ghon کی کفنِ مسیح پر تحقیق سے ان دس امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس تحقیق کا عیسائی عقائد پر جو اثر ہو رہا ہے اس کی وضاحت کے لئے کچھ عرض ہے۔

'osservatore Romano' کی اشاعت ۲۷؍۸؍ ستمبر ۱۹۳۶ء میں پوپ Pius XI (جو خود ایک مشہور سائنسدان اور Archaeologist تھا) نے کفنِ مسیح کی تصاویر پر تحقیق پر تبصرہ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ کسی انسان کے امکان میں نہ تھا کہ محض فریب سے ایسی تصویر بنا سکے نیز یہ کہ اس تصویر میں بعض راز اتنے مقدس ہیں کہ جن کی تقدیس بے مثال ہے۔

اس بیان میں کفن کے اصلی ہونے کا اور اس کفن میں جو تصویر نظر آتی ہے اس کے ثقہ ہونے کا پوپ کی طرف سے واضح اعتراف موجود ہے۔ اسی طرح تین اور پوپوں نے اس کپڑے کی تصدیق کی ہے۔

عیسائیوں کی طرف سے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مسیح واقعی صلیب پر فوت نہیں ہوئے تو عیسائی عقائد کی بنیاد ڈہل جاتی ہے۔ سینٹ پال جو مسیحی عقائد کے بانی اور صلیبی مسیح کے رسول اعظم ہیں نے عیسائیت کی بنیاد دنیا کے گناہوں کے کفارہ کے لئے حضرت مسیح کے صلیب پر مر کر اور پھر موت پر غالب آ کر دوبارہ جی اٹھنے پر رکھی ہے۔ اب اگر حضرت مسیح صلیب پر نہ مرے تو آپ کا نہ کفارہ ثابت ہوتا ہے نہ دوبارہ جی اٹھ کر خدا کے دائیں ہاتھ جلال کے [illegible]

مصنف نے قارئین کو یہ تأثر دیا ہے کہ پوپ XXIII نے موجودہ تحقیق سے متأثر ہو کر اپنے

گزشتہ عقائد کو بدل کر اس تحقیق سے مطابقت دیتے
ہوئے OSSERVATORE Romano
۲ر جولائی ۱۹۶۰ء کی اشاعت میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ
عقیدۂ نجات کی بنیاد مسیح کے خون پر ہے۔ پوپ کے
اس اعلان سے مصنف نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ پوپ کے
نزدیک اب نجات مسیح کی صلیبی موت پر ایمان لانے
سے نہیں بلکہ مسیح کے خون بہانے پر ایمان لانے سے ہے۔
صلیبی زخموں سے جو خون بہا اگر وہ دنیا کے سارے
گناہوں کا مکمل خون بہا ہے تو پھر صلیب پر مرنا تحصیلِ
حاصل ہے اور لغو ہے اور اس کی کوئی ضرورت نہیں۔
اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر صلیب پر چڑھ کر
تکلیف اٹھانا بھی لغو اور بلا ضرورت ہے کیونکہ مسیح
کی پیدائش کے آٹھویں دن مسیح کے ختنہ کے وقت جو
خون بہا نجات کے لئے وہی کافی ہونا چاہیئے کیونکہ خون
بہانے کے لئے کسی تقریب یا مقدار کی حد بندی نہیں
صرف خون بہنا چاہیئے خواہ ایک قطرہ ہو۔ چنانچہ پوپ
جان کسی اَور کا حوالہ دیتے ہوئے اس بیان میں کہتا ہے:-

(مسیح کے) "خون کا ایک قطرہ ساری
دنیا کو دوبارہ جنم دیتا ہے تمام گناہوں
کو دھو ڈالتا ہے اور سب کے گناہوں
سے نجات دیتا ہے۔"

اب صلیبی مسیح کے بجائے خونی مسیح کا ڈھونگ رچا کر صداقتوں
کا خون کیا جا رہا ہے اور پچھلا والا مسیح نسیاً منسیاً ہو گیا۔
اس بات میں کیا شک ہے کہ نبی کا خدا کی راہ
میں دکھ اٹھانا اس کے لئے اور اس کے ماننے والوں
کے لئے خدا کی قربت کا باعث ہوتا ہے اور حضرت مسیح
کا خدا کی راہ میں یہودیوں سے دکھ اٹھانا حضرت مسیح
اور آپ کے ماننے والوں کے لئے خدا کی رحمت اور
نہ ماننے والوں کے لئے خدا کے قہر کا باعث بنا۔ اگر کفارہ
کے یہی معنے ہیں تو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ مگر وہ لعنتی کفارہ
جس کی بنیاد حضرت مسیح کے صلیب پر یہودیوں کے
ہاتھوں ملعون ہو کر مرنا تھی ہم اس کے خلاف ہیں۔
اور "کفن مسیح" کی تحقیق نے حضرت مسیح کا صلیب سے زندہ
اُترنا ثابت کر کے پوپ کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ
گناہوں سے نجات کے لئے حضرت مسیح کے صلیب پر
ملعون ہو کر مرنے پر زور دینے کے بجائے اس کے خلاف
حضرت مسیح کے خون کے بہنے پر ایمان لانا نجات کے لئے
کافی قرار دے اور یہ اعتراف عیسائیت کی زبردست
شکست ہے۔ گو پوپ نے حضرت مسیح کے صلیب پر
مرنے سے کسی بیان میں صاف طور پر انکار نہیں کیا مگر
جس رنگ میں اس نے خونِ مسیح کے نجات کا اصل باعث
ہونے پر زور دیا ہے وہ یقیناً عیسائیت کے رجحانات
میں تبدیلی پر دلالت کرتا ہے۔

پوپ کا یہ اعتراف صرف مذہبی محرکات کا نتیجہ
نہیں بلکہ بعض سیاسی مصلحتیں بھی ہیں۔ اس کے متعلق قیاساً
یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک طرف تو پوپ کو یہ نظر آتا ہے کہ
فلسطین پر یہودیوں کے موجودہ تسلط کو مسلمانوں کے خلاف
لمبا کرنے سے عیسائیوں کے سیاسی حقوق کی حفاظت ہوتی
ہے۔ دوسری طرف یہ کہ اگر یہودیوں کو حضرت مسیح کے
صلیب پر چڑھا کر مارنے کی وجہ سے ملعون قرار دیا جائے

تو زبور ۳۷ کی پیشگوئی کہ "صادق زمین کے (یعنی فلسطین کے) وارث ہوں گے" غلط ثابت ہوگی۔ تیسرے یہ کہ امریکہ جو سب سے بڑی عیسائی حکومت ہے کیتھولک عیسائی اس میں اقلیت میں ہیں اور ان کی سیاسی برتری کے لئے خصوصاً جان کینیڈی جو کیتھولک تھے ان کی بالادستی کے لئے یہود کے تعاون کی ضرورت ہوگی ایسے ہی ویت نام کی کیتھولک اقلیت کے برسراقتدار رکھنے کے تھائی لینڈ اور کیوبا میں جہاں کاسٹرو جو خود کیتھولک تھے مگر صدر ہونے کے بعد کیتھولک چرچ کے خلاف ہوگئے اور ایسی ہی متعدد سیاسی مصلحتوں کے مدنظر کمیونزم کے خلاف جہاد کی آڑ میں پوپ کو یہودیوں کے تعاون کی ضرورت ہوگی۔

ادھر یہودی محسوس کر رہے تھے کہ اگر عیسائی اس وجہ سے کہ انہوں نے حضرت مسیحؑ کے قتل میں ہاتھ رنگے ہیں ہمیشہ نفرت کرتے رہے (جس میں کیتھولک پیش پیش تھے اور ہیں) تو وہ مسلمان عربوں کے خلاف اپنی ساری قوتوں کو استعمال نہ کر سکیں گے نیز کمیونسٹ ملکوں میں خصوصاً روس اور مشرقی یورپ میں مقیم یہودیوں کو فلسطین آکر آباد ہونے کی آزادی نہیں ہے (اور امیر ملکوں کے یہودی اب فلسطین آکر آباد نہیں ہوتے) اور اس معاملہ میں یہود کو پوپ کے اثر و نفوذ کی ضرورت ہوگی مثلاً حال ہی میں زیکوسلاواکیہ پر روس کے قبضہ کے وقت بھاگ کر باہر آنیوالوں میں اکثریت یہود کی تھی ان کے باہر لانے اور بسانے میں عیسائیوں نے تعاون کیا۔

بہرحال پوپ کا مسیحؑ کے خون پر زور دینا اور موجودہ یہودیوں کو مسیحؑ کی صلیبی موت کی ذمہ داری سے بری قرار دینا خالصتہً مذہبی اثر کے ماتحت نہیں جس طرح ابتداء میں عیسائیت نے اپنے صحیح عقائد کی قربانی دیکر سیاسی حقوق کا تحفظ کیا اب بھی سیاسی مصلحتوں سے مجبور ہو کر پوپ کے عقائد میں تبدیلی پیدا ہو رہی ہے اور دن بدن پوپ پر سیاسی دباؤ بڑھ رہا ہے۔

مصنف نے اپنی ساری کتاب میں وضاحت کی ہے (یورپ کے اور بہت سے مصنفین بھی اس مصنف کے ساتھ ہیں) کہ اس تحقیق کا موضوعِ سخن یہودیوں کو مسیحؑ کے قتل کی ذمہ داری سے نجات دلانا ہے۔ اور حضرت مسیحؑ کی لعنتی موت سے بریت تو ثانوی چیز ہے مگر پوپ اور اس قسم کے مصنفین کو اس بات کا صحیح احساس نہیں کہ یہ سب حالات خدا کی تقدیرِ خاص کے مطابق پیدا ہو رہے ہیں۔ پوپ Pius XII کا ۱۹۵۵ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ یورپ تشریف لیجا رہے تھے کشف میں مسیح کو دیکھنا اور اسکے بعد کفنِ مسیح کا انکشاف اور اس قسم کے دیگر مضامین کا کثرت سے لکھا جانا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ یہ تمام شہادتیں وہ ہتھیار ہیں جو اللہ تعالیٰ دشمنوں کے ہاتھوں تیار کر کے سلطان القلم مسیحِ محمدی یا اسکے متبعین کے ہاتھ دیگا اور وہ ذوالفقارِ علی بن کر صلیبی مذہب کے مفاسد کو پاش پاش کر دیں گی اور پوپ اور یہود کا کوئی وسیلہ کام نہ آئے گا۔ اس وقت ایک ہی مذہب ہوگا یعنی اسلام اور ایک ہی رسول ہوگا یعنی پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار اور ایک ہی خدا ہوگا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ ۔

(۱۷)

اسلامی جماعت کے منشور پر بنگالی روزنامہ اتفاق کا تبصرہ

[مودودی صاحب نے جماعت اسلامی کا جو سیاسی منشور شائع کیا ہے اس پر ملک کے اکثر سمجھدار طبقات کی طرف سے اظہار ناپسندیدگی کیا جا رہا ہے۔ بعض مذہبی حلقے اسے "غیر اسلامی منشور" قرار دے رہے ہیں۔ ذیل میں مشرقی پاکستان کے مشہور بنگالی اخبار اتفاق ڈھاکہ ۳ر جنوری ۱۹۷۰ء کے ایک مضمون کا ترجمہ* درج کیا جاتا ہے۔ ——— (ایڈیٹر)]

"شروع جنوری سے ملک بھر میں سیاسی سرگرمیاں شروع ہیں۔ ۵ ر اکتوبر کو ہونے والے انتخابات کے مدنظر یہ سرگرمیاں ہیں۔ سو ہم کہہ سکتے ہیں کہ شروع جنوری سے ہی انتخابی سرگرمیاں شروع ہیں۔

عام سیاسی سرگرمیوں سے انتخابی سرگرمی عمومی طور پر مختلف ہے۔ انتخاب کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر پارٹی کو کئی قسم کے مقابلہ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ جو عام طور پر دوسرے اوقات میں نہیں ہوتا۔

انتخاب سے قبل ہر ملک میں ELECTION FEVER یا انتخابی بخار نظر آتا ہے۔ سب کو چوکس رہنا چاہیئے تا یہ متعدی وبا کی طرح نقصان نہ پہنچا سکے۔ قبل ازیں ہم متعدد بار ذکر کر چکے ہیں کہ ملک بھر میں یہ پہلی بار ہو رہا ہے اور مارشل لاء کا ضابطہ نمبر ۶۰ اسلئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ یہ انتخاب خوشگوار اور امن امان سے ہو سکیں۔ اس ضابطہ میں یہ بھی ایک قانون وضع کیا گیا ہے کہ مختلف فرقہ، مذہب کے خلاف اور رنگ و نسل یا علاقائی تعصبات پھیلانے والی تقاریر یا پراپیگنڈا ممنوع ہے۔ اس ضابطہ کی ضرورت اور افادیت کسی تفصیل کی محتاج نہیں۔ دین ہمیشہ انسان کے نزدیک ایک پاک چیز کی حیثیت سے ہے اسلئے یہ بہت نازک چیز ہے۔ کسی دین یا مذہب پر حملہ آور ہونا تو بڑی بات ہے معمولی دلآزار کلمات ہی کسی دین یا مذہب کے متبعین میں سختی پیدا کر دیتے ہیں ماضی میں ایسے بہت دل دکھانے والے واقعات گزر چکے ہیں حتیٰ کہ وقوع پذیر مذہبی ہنگامہ نے ایک مرتبہ ملک کی بنیادوں کو ہلا دیا تھا۔ ہزاروں مسلمانوں کے خون سے پاکستان کی زمین رنگین ہو گئی۔ مارشل لاء سے لاہور میں دوبارہ امن و امان بحال کیا گیا یہ واقعہ پاکستان بلکہ اسلام کی مذہبی تاریخ میں بھی بہت بڑی TRAGEDY تھی جس سے اسلام کو شدید نقصان پہنچا اسلئے دینی یا مذہبی تعصب (FANATICISM) کے طریق کو ترک کرنا از حد ضروری ہے۔ یہ تعصب کوئی خیر نہیں لاتا بلکہ تکالیف کا باعث ہوتا ہے جو بے فائدہ ہے۔

مسلمانوں کے اندر بہت سے مذہب یا فرقے

---

* مترجم مولوی محمد عبدالعزیز صاحب صادق بنگالی ہیں۔

ہیں، ان کی تعداد تقریباً ستر بہتر ہو گی۔ مذہبی اختلاف کے متعلق منیر کمیشن رپورٹ میں لمبی چوڑی تفصیل ذکر ہو چکی ہے۔ ملک کے ممتاز علماء کی گواہی لینے کے بعد کمیشن نے اپنی تاریخی رپورٹ کے چوتھے حصہ میں اس رائے کا اظہار خیال کیا ہے کہ مسلمان کی تعریف میں بھی اختلاف کی انتہا نہیں۔ عالموں کی مختلف رائے کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اساسی سوال میں کوئی دو ممتاز عالم متحد نہیں ہوتے۔ بزرگ عالموں نے مسلمان کی جس طرح اپنی اپنی تعریف کا اظہار کیا ہے اگر ہم بھی اپنی تعریف پیش کرنے کی کوشش کریں جو علماء کی پیش کی ہوئی تعریف سے مختلف ہو تو اس حالت میں ہم متفقہ طور پر خارج از اسلام ہوں گے۔ اگر صرف ایک عالم کی تعریف کو قبول کریں تو اس تعریف کے مطابق تو مسلمان رہ سکتے ہیں لیکن دوسروں کی تعریف کے مطابق کافر ہونے کا امکان ہے۔

جسٹس منیر اور جسٹس ایم۔ آر کیانی کی اس رائے سے اچھی طرح پتہ چلتا ہے کہ دینی یا مذہبی سوال کتنا نازک ہے اور اس کے متعلق کس قسم کے اختلاف موجود ہیں اسلئے اس کے متعلق صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ:-

"یقین سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے
بحث سے وہ بہت دور چلا جاتا ہے"

دینی یا مذہبی امور میں بحث کا جب خاتمہ ہی نہیں تو خواہ مخواہ اس کے متعلق پیچیدگی پیدا کرنا بے فائدہ ہے خاص طور پر سیاست میں۔ اور اس سے بڑھ کر انتخاب کے موقعہ پر اس قسم کے اختلافات پیدا کرنے سے کشمکش کا ایسا سیلاب شروع ہو سکتا ہے جس سے حالات کو معمول پر رکھنا مشکل ہو گا۔ اور تعصب جس قسم کا بھی ہو وہ ہر حالت میں جمہوریت کے خلاف ہے۔ اگر یہ سیلاب شروع ہو جائے تو آزادانہ انتخاب ہونا ممکن ہی نہیں۔ اسلئے سب کو چاہیئے کہ ملک اور قوم کی سالمیت اور جمہوریت کی خاطر دینی یا مذہبی بحث کو اس وقت ترک کر دیں۔

علماء ہمیشہ ہمارے نزدیک قابل احترام ہیں ان میں سے کسی کی طرف بری نگاہ سے دیکھنا یا انکے علم و حکمت کے معنی میں ناجائز خلل اندازی کرنا ہماری ہمت نہیں مگر سیاسی میدان میں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جس طرح علماء کی کثیر تعداد نے پاکستان حاصل کرنے میں بھرپور جدوجہد کی اسی طرح ایک قلیل تعداد نے پاکستان حاصل کرنے کی راہ میں رکاوٹ بھی پیدا کی تھی ؎

"ایک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا
یہ قائداعظم ہے کہ کافر اعظم"

اس قسم کے علماء نے پاکستان کو ناپاکستان، پلیدستان، کفرستان، بربادستان کہہ کر مذاق اڑایا۔ ان میں سے بعض نے قومی ملک پاکستان SATANIC STATE سے بھی موسوم کیا ہے۔ اس ملک کی گورنمنٹ کو شیطان کے بندے اور اس ملک کے افسران، حکام اور محکوموں کو گنہگار کا لقب دیا۔ وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ موجودہ طرز جمہوریت، پارلیمنٹ، اسمبلی، پریذیڈنٹ

وزیر اعظم، کیبنٹ اور اس قسم کے انتخابات کا طریق اسلامی حکومت میں نہیں ہوتا۔ ملک میں جو ہونا چاہیئے وہ صرف علماء ہی سرانجام دیں گے۔ عوام میں نہ اس کے متعلق فکر کرنے کی صلاحیت ہے اور نہ ہی وہ اس کے حقدار ہیں۔ اس قسم کے بہت سے علماء کی گواہی قلمبند کرنے کے بعد اس پر بنیاد رکھتے ہوئے منیر کمیشن نے اپنی مندرجہ بالا رپورٹ میں ایسی باتیں تحریر کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک کے کثیر علماء کرام اس قسم کے افراط پسند نہیں بلکہ وہ جمہوریت پسند ہیں لیکن علماء کے جس حصہ نے قیام پاکستان کی شدید مخالفت کی اور وہ مندرجہ بالا مخالف خیالات کے متبعین تھے وہ بھی بعد میں پاکستان میں تشریف لے آئے ہیں۔ یہاں تشریف لا کر وہ خاموش نہیں بیٹھے بلکہ بالواسطہ سیاست میں کود پڑے ہیں۔ ۱۹۵۳ء میں ان لوگوں نے پنجاب میں مذہبی خونریز لڑائی شروع کروا کر پاکستان کی بنیاد کو سرے سے ہلا دیا۔

ان میں سے ایک مولانا نے اس فساد کو اسلام کی وجہ سے خانہ جنگی کہہ کر فخر کیا۔ عدالت میں ان جہادیوں میں سے بعض کو سزائے موت دی گئی اور اُس زمانہ کے گورنر جنرل سے بھیک مانگ کر ان کی جان بچائی گئی۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ حصولِ پاکستان کے خلاف ان کا بُرا کردار اور پاکستان کے ابتدائی زمانہ میں اُن کے اِس قسم کے مذہبی تعصبات اور وسیع فساد کرانے کا رویہ قائم شدہ ملک کو تباہ کرنے کی فضول کوششیں تاریخ میں ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔

امید کی گئی تھی کہ اتنے عرصہ میں ان کے طور طریقوں اور خیالات میں تبدیلی آ چکی ہوگی مگر حالیہ واقعات نے اس امید پر پانی پھیر دیا ہے۔ انہوں نے پھر فینا ٹک ازم کے طرز و طریق کو اختیار کرنا شروع کر دیا ہے۔ ان کا فتویٰ بازی کا بازار گرم ہے جو لوگ ان کے ہم خیال نہیں ان کو پاکستان کے مخالف حتیٰ کہ خارج اسلام کے ایجنٹ میں ظاہر کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ ان کی بیویاں مطلقہ ہیں۔ ایسے فتوے آج بھی جاری ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ زیادہ تر مسجد کو اپنی پارٹی کے سیاسی پراپیگنڈا کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ دینی درسگاہ کو تو اس سے قبل ہی سیاسی مرکز میں تبدیل کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کے فتووں نیز مسجدوں، مدرسوں کو سیاسی پراپیگنڈا کے مراکز میں تبدیل کرنے پر حال ہی میں مختلف جگہ میں سخت مخالفت شروع ہو رہی ہے حقیقی علماء ان کی تردید کر رہے ہیں مگر یہ خاموش نہیں ہو رہے۔ جس سے حالات آہستہ آہستہ ناسازگار ہو رہے ہیں۔ انتخاب جیسا جیسا قریب آتا جا رہا ہے حالات خطرناک صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں لہٰذا حالات کو معمول پر رکھنے کے لئے ہم سمجھتے ہیں کہ ذمہ دار حلقوں کا فرض ہے کہ ایسے سیاسی فتووں، مسجدوں اور مدرسوں کو سیاسی پارٹی بازیوں کے بطور مرکز کے طور پر استعمال کرنے کی سختی سے ممانعت کریں۔ ماضی میں بدبخت پاکستان کے یہ مخالف گروہ حال میں پاکستان کے "محافظ" ہونے

کے "سول ایجنٹ" کا لبادہ اوڑھ رہے ہیں۔ عوامی لیگ کے چھ نکاتی پروگرام اور مشرقی پاکستان کا بنگلہ نام تجویز کرنے کو پاکستان کے مخالف قرار دیتے ہیں۔ مزید برآں سات کروڑ مشرقی پاکستانیوں کی بنگلہ زبان کو بھی کافر کی زبان کہہ کر پراپیگنڈا کر رہے ہیں۔ ان اشتعال انگیز اور اکسانے والی کارروائیوں کو جلد روکنا بہت ضروری ہے۔

شروع جنوری میں سیاسی آزادی شروع ہونے سے تھوڑے عرصہ قبل ہی ایک گروہ کا لمبا چوڑا منشور شائع ہوا اس میں ایک ایسا باب ہے جس کو دیکھ کر ہر محبِ وطن بے چینی محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس میں ایک خاص فرقہ کے متبعین کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا اعلان کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ واضح رہے کہ سنہ ۱۹۵۳ء میں پنجاب میں جس سے خون ریز فساد برپا ہوا یہ وہی مطالبہ ہے۔ ایسے مطالبے والا منشور لے کر انتخابی پراپیگنڈا کرنے سے حالات کیسا رُخ اختیار کریں گے اس کے متعلق سوچنے سے بھی خوف آتا ہے۔ ایسے مطالبے والا منشور یقیناً مارشل لاء کے ضابطہ نمبر ۶۰ کے خلاف ہے۔ یہ ہماری سمجھ سے بالا ہے کہ ایسے منشور کے ساتھ یہ لوگ کیسے انتخابی سرگرمیوں میں شمولیت کے حقدار ہیں؟ ذمہ دار حلقوں کو چاہیئے کہ وہ جلد اس طرف توجہ فرمائیں۔ مندرجہ بالا گروہ کا کردار اور انکی سرگرمیاں بلاشبہ فسطائی ازم والا ہے۔ دینی طرز اور مذہبی تنگ نظری ہی ان کی سیاسی خوراک ہے۔ (کچھ عرصہ سے ان کے عرب ممالک کے خلاف پراپیگنڈا کرنے کا ردِّ عمل یہ ہوا ہے کہ ان ممالک اور پاکستان کی دوستی میں خلا پیدا ہونے لگا ہے) مندرجہ بالا گروہ کا اس قسم کا رویہ جاری رہنا مناسب ہوگا یا نہیں ذمہ وار حلقوں کو جلد اس کے متعلق غور کر کے کوئی مؤثر قدم اُٹھانا چاہیئے۔"

(روزنامہ اتفاق ڈھاکہ ۲۳ جنوری ۷۰ء)

خریدار حضرات توجہ فرمائیں

(۱) رسالہ الفرقان ایک تبلیغی رسالہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے خریدار حضرات کے تعاون سے چل رہا ہے۔ یہ رسالہ محض تبلیغی جذبہ اور خدمت دین کی نیت سے جاری ہے کوئی مادی فائدہ ہرگز مدنظر نہیں اسلئے جو دوست گاہے ماہے اس رسالہ کے باحسن جاری رہنے کے لئے امداد فرماتے ہیں ان کے لئے میرے دل سے دعا نکلتی ہے اسلئے کہ وہ میری ذمہ واری اور میرے بوجھ میں مددگار بنتے ہیں۔

(۲) میں نے بارہا کوشش کی ہے کہ کوئی ادارہ اس رسالہ کی اشاعت کی ذمہ واری اٹھالے مگر ہنوز کامیابی نہیں ہوسکی۔ میں اپنی عمر، صحت اور مصروفیات کے باعث اب اسکی اشاعت کے اہتمام میں کمی محسوس کر رہا ہوں اگرچہ میرا عزم ہے کہ تازندگی اسے ضرور جاری رکھونگا انشاء اللہ لیکن کسی دینی رسالے کو ترقی کے ساتھ جاری رکھنے کے لئے احباب کے بہت تعاون کی ضرورت ہوتی ہے اسلئے

- اوّل تو آپ اپنے ذمہ کا بقایا فوراً ادا فرمائیں۔
- دوم نئے خریدار مہیا فرمائیں۔ کم از کم ایک ایک خریدار ضرور دیں۔
- سوم پیغامِ حق پہنچانے کی نیت سے غیر از جماعت اور غیر مسلموں کے نام رسالے جاری کرائیں۔

—— تمام معاونین کے لئے دعا اور شکریہ ——

نوٹ:۔ جملہ رقوم مینیجر الفرقان ربوہ کے پتہ پر بھجوائیں!

خاکسار

ابو العطاء جالندھری۔ ربوہ ۹/۲/۷۰

Monthly **AL-FURQAN** Rabwah

REGD. No. L5708 FEBRUARY 1970

ماہنامہ "الفرقان" اور احباب کا فرض

● **حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا ارشاد :-**

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس چالیس ہزار بلکہ ایک لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے۔" (الفضل ۵ جنوری ۱۹۵۶ء)

● **حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-**

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابلِ قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں اور قرآن کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اُس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدنظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ خواہش بڑی گہری اور خدا کی پیدا کردہ آرزو پر مبنی ہے کہ اگر ایسے رسالہ کی اشاعت ایک لاکھ بھی ہو تو پھر بھی دُنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے۔ پس مخیّر اور مستطیع احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خود خریدنا چاہیئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور سچائی کی تڑپ رکھنے والے غیر احمدی اور غیر مُسلم اصحاب کے نام بھی جاری کرانا چاہیئے تا اس رسالہ کی غرض و غایت بصورت احسن پُوری ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پُوری شان کے ساتھ ساری دُنیا کو اپنے نُور سے منوّر کرے۔ (خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۱۱-۷-۵۹)"

(الفضل ۱۰ جولائی ۱۹۵۹ء)

رسالہ کا سالانہ چندہ چھ روپے ہے!

مینجر الفرقان ربوہ

Only Title printed at the Nusrat Art Press, Rabwah